ماہنامہ

انصار اللہ

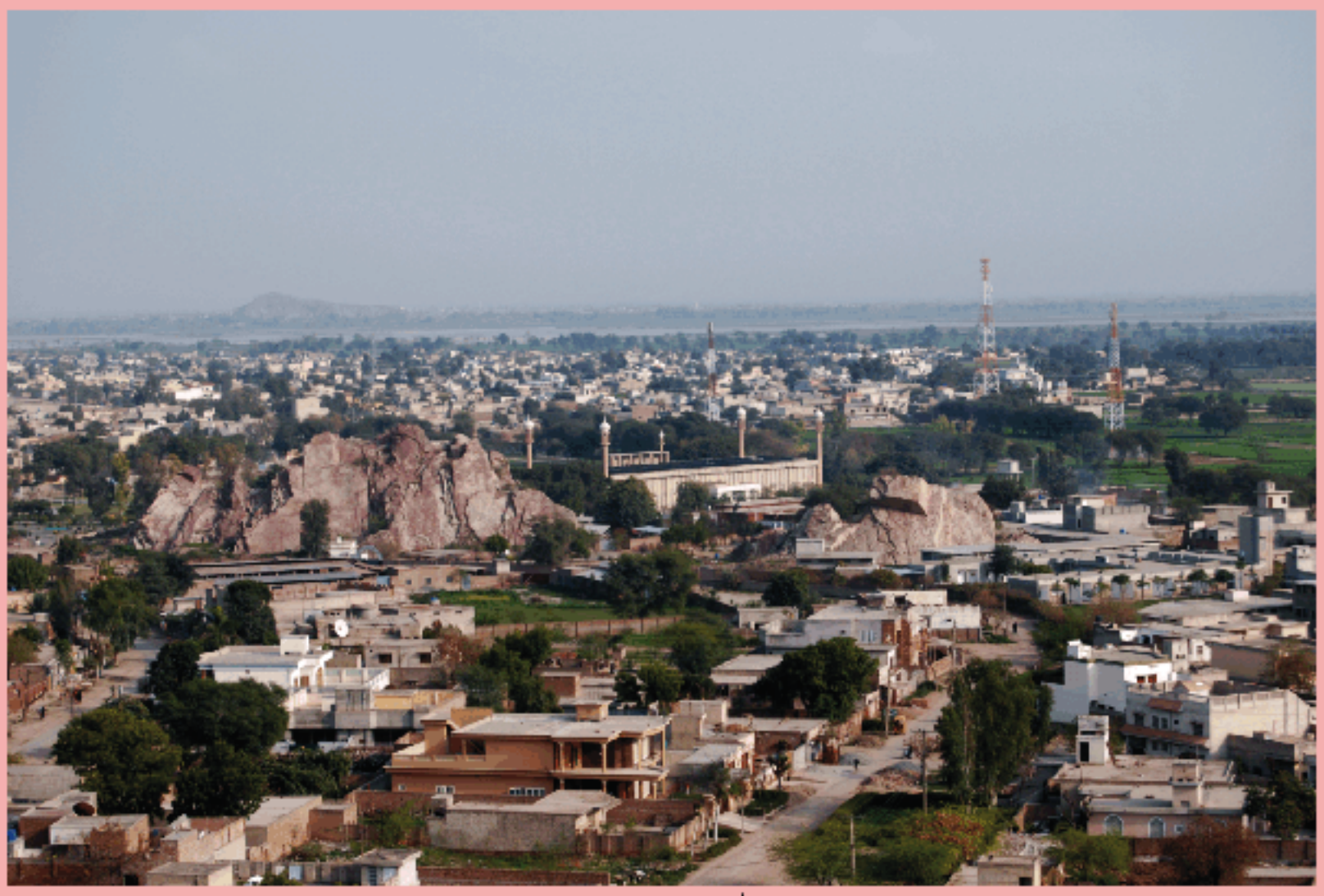

''ربوہ'' حضرت مصلح موعود کا ایک زندہ کارنامہ

ایڈیٹر
نصیر احمد انجم

فروری 2008ء
تبلیغ 1387ہش

احمدی انصار کی تعلیم وتربیت کیلئے

ماہنامہ

انصاراللہ

ایڈیٹر: نصیر احمد انجم

تبلیغ 1387 ھش فروری 2008ء

جلد ---------- 49

شمارہ ---------- 2

فون نمبر 047-6212982۔ فیکس 047-6214631

ای میل: ansarullahpakistan@gmail.com

نائبین

- ریاض محمود باجوہ
- صفدر نذیر گولیکی
- محمود احمد اشرف

پبلشر: عبدالمنان کوثر

پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: انیس احمد

مقام اشاعت: دفتر انصاراللہ

دارالصدر جنوبی چناب نگر (ربوہ)

مطبع: ضیاءالاسلام پریس

شرح چندہ: پاکستان

سالانہ..... ایک سو روپیہ

قیمت فی پرچہ..... 10 روپے

اس شمارہ میں

اداریہ 2

القرآن 4

حدیث نبویؐ 5

عربی منظوم کلام 6

فارسی منظوم کلام 7

اردو منظوم کلام 8

کلام الامام 9

''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا'' 10-16

تحریر: مکرم سعد محمود باجوہ صاحب

دنیا میں دکھ اور الم کیوں ہے؟ 16-21

از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

قرآن کریم کا جادو ..... (نظم) 22-23

کلام: ارشاد عرشی ملک

''وہ دل کا حلیم ہوگا'' پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ 24-31

مرتبہ: مکرم صفدر نذیر گولیکی صاحب

''ماموریم خدمت را'' ..... 32 تا 36

ابن کریم

ایمان افروز نقشے اور نظارے 37

''محبت سے یہ دنیا رام ہوگی'' .. (نظم) 38

کلام: مکرم ڈاکٹر حنیف احمد قمر صاحب

اخبار مجالس ..... 39 تا 40

اداریہ

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت

اللہ تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جو کُل عالم میں خودمختار اور قادرِ مطلق ہے۔تخلیق کائنات اور انتظام کائنات کے جس پہلو پر بھی نظر دوڑائیں خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ملتے ہیں۔ یہ سب ثبوت وشواہد ہمیں یہی بتاتے ہیں کہ اس عالم رنگ وبو کا مالک کوئی مدبّر بالارادہ ہستی ہونی چاہئے۔

اس سے بڑھ کر یہ مرحلہ ہے کہ کیا واقعی خدا موجود ہے یعنی امکان کی بحث سے نکل کر یقین کی وادی میں داخل ہوا جائے۔اس کے لئے خدا تعالیٰ اپنے پیارے وجودوں کو رویا کشوف اور الہام کے ذریعہ اپنے ہونے کا ٹھوس ثبوت دیتا ہے۔جس کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اس کائنات کا خالق ومالک ایک قادروتوانا ہستی موجود ہے۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت اِس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

اس دعویٰ کے اثبات کے لئے حضرت مصلح موعود کا بیان فرمودہ ایک اقتباس پیش ہے۔

''میں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ میں انگلستان گیا ہوں اور انگریزی گورنمنٹ مجھ سے کہتی ہے کہ آپ ہمارے ملک کی حفاظت کریں۔مَیں نے اُس سے کہا کہ پہلے مجھے اپنے ذخائر کا جائزہ لینے دو، پھر میں بتا سکوں گا کہ میں تمہارے مُلک کی حفاظت کا کام سرانجام دے سکتا ہوں یا نہیں۔اس پر حکومت نے مجھے اپنے تمام جنگی محکمے دکھائے اور میں اُن کو دیکھتا چلا گیا۔آخر میں مَیں نے کہا کہ صرف ہوائی جہازوں کی کمی ہے۔اگر مجھے ہوائی جہاز مل جائیں تو میں انگلستان کی حفاظت کا کام کرسکتا ہوں۔جب میں نے یہ کہا کہ تو معاً میں نے دیکھا امریکہ کی طرف سے ایک تار آیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

The American Government has delivered 2800 aeroplanes to the British Government.

یعنی امریکن گورنمنٹ نے دو ہزار آٹھ سو ہوائی جہاز برطانوی حکومت کو بھجوائے ہیں۔اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

یہ رؤیا میں نے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو بتا دیا تھا اور انہوں نے آگے اپنے کئی انگریز دوستوں سے

اس کا ذکر کر دیا۔ یہاں تک کہ سر کلو جو اس وقت ریلوے کے وزیر تھے اور بعد میں آسام کے گورنر مقرر ہوئے، ان کو بھی چوہدری صاحب نے یہ رؤیا بتا دیا تھا۔ اس رؤیا کے چھ ہفتہ کے بعد ایک دن عصر کی نماز کے بعد میں ..... مبارک میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک ضروری فون آیا ہے میں گیا اور امرتسر والوں سے میں نے پوچھا کہ مجھے کون بلا رہا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ شملہ یا دہلی سے کوئی دوست بات کرنا چاہتے ہیں۔ تھوڑی دیر گزری تو چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی آواز آئی۔ ان کا پہلا فقرہ یہ تھا کہ کیا آپ نے وہ خبر پڑھ لی ہے اور دوسرا فقرہ یہ تھا کہ مبارک ہو آپ کی خواب پوری ہوگئی۔ میں نے کہا کیا بات ہے۔ وہ کہنے لگے ابھی ابھی وہ تار آیا ہے جو برطانوی نمائندہ نے امریکہ سے انگریز حکومت کو بھجوایا ہے اور وہ میرے سامنے پڑا ہوا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

The American Government has deliverd 2800 aeroplanes to the British Government.

یعنی امریکن گورنمنٹ نے دو ہزار آٹھ سو ہوائی جہاز برطانوی حکومت کو بھجوائے ہیں۔ پھر چوہدری صاحب کہنے لگے میں نے اسی وقت ان تمام لوگوں کو فون کیا ہے جن کو میں پہلے سے یہ خبر بتا چکا ہوں کہ دیکھو! امام جماعت احمدیہ نے جو خواب دیکھی اور جو میں نے تمہیں قبل از وقت بتا دی تھی، کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ چونکہ انہوں نے سر کلو سے بھی اس رؤیا کا ذکر کیا ہوا تھا، انہوں نے سر کلو کو بھی فون کیا کہ کیا آج کا تار تم نے پڑھا ہے؟ وہ کہنے لگا میں نے ابھی نہیں پڑھا۔ چوہدری صاحب نے کہا پڑھو۔ اس نے پڑھا تو کہنے لگا ظفر اللہ خاں! تار تو آیا ہے مگر جہازوں کی جتنی تعداد تم نے بتائی تھی اتنی تعداد کا تو اس میں ذکر نہیں۔ چوہدری صاحب نے کہا تمہیں کیا یاد ہے؟ وہ کہنے لگا تم نے تو ۲۸ سو ہوائی جہازوں کا ذکر کیا تھا اور تار میں پچیس سو لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس نے جلدی میں اٹھائیس سو کو پچیس سو پڑھ لیا۔ چوہدری صاحب کہنے لگے تار کو پھر پڑھو۔ اس نے دوبارہ تار پڑھی تو کہنے لگا اوہو! اس میں تو اٹھائیس سو ہوائی جہازوں کا ہی ذکر ہے۔

اب دیکھو چھ ہفتے پہلے خدا تعالیٰ نے یہ کیسی عظیم الشان خبر مجھے دی جو اسی شکل میں پوری ہوئی جس شکل میں مجھے بتائی گئی تھی۔ گورنمنٹ کے بڑے بڑے ذمہ دار افسر دو چار دن پہلے تک یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ امریکہ ۲۸ سو ہوائی جہاز بھجوائے گا۔ مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے چھ ہفتے پہلے بتا دیا کہ تار آئے گا، تار امریکن گورنمنٹ کی طرف سے آئے گا اور تار کا مضمون بتا دیا، یہ بتا دیا کہ تار کس کی طرف سے آئے گا، یہ بتا دیا کہ چیز کیا ہے اور پھر یہ بتا دیا کہ اس چیز کی تعداد کیا ہے۔" (انوار العلوم جلد 17 صفحہ 603۔ 604)

☆ ☆ ☆

القرآن

''تلاوت قرآن''

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی
غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ
اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا ○

(سورۃ بنی اسرائیل:79)

ترجمہ: سورج کے ڈھلنے سے شروع ہو کر رات کے چھا
جانے تک نماز کو قائم کر اور فجر کی تلاوت کو اہمیت دے۔
یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اُس کی گواہی دی جاتی ہے
(اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔''

حدیث نبوی ﷺ

اہمیت قرآن

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ

(ترمذی فضائل القرآن باب مَنْ قرأ حرفًا)

ترجمہ:- حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو قرآن کریم کا کچھ حصّہ بھی یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یاد رکھو قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔“

عربی منظوم کلام

شانِ قرآن

مَا غَادَرَ الْقُرْاٰنُ فِی الْمَیْدَانِ شَابًّا بُزْرَغَا

قرآن نے میدان میں کسی ایسے جوان کو نہ چھوڑا جو جوانی میں بھرا ہوا تھا

قَتَلَ الْعِدَا رُعْبًا وَّ اِنْ بَارَی الْعَدُوُّ مُسَبِّغَا

دشمنوں کو اپنے رعب سے قتل کیا اگرچہ دشمن زِرَہ پہن کر آیا

قَدْ اَنْکَرُوْا جَھَلاً وَّ مَا بَلَغُوْهُ عِلْمًا مَّبْلَغَا

مخالفوں نے جہل سے انکار کیا اور اس کے مقامِ بلند تک ان کا علم نہ پہنچ سکا

حَتّٰی انْثَنَوْا کَالْخَائِبِیْنَ وَاَضْرَمُوْا نَارَ الْوَغَا

یہاں تک کہ مقابلہ سے نومید ہو گئے اور جنگ کی آگ کو بھڑکایا

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ھُدیٰ یَوْمًا فَیَوْمًا فِی الثَّغَا

اس کی ہدایتیں نورٌ علیٰ نور ہیں۔ اور دن بدن وہ نور زیادتی میں ہے۔

مَنْ کَانَ مُنْکِرَ نُوْرِهٖ قَدْ جِئْتُهٗ مُتَفَرِّغَا

جو شخص اس کے نور کا منکر ہے میں اسی کے لئے فارغ ہو کر آیا ہوں۔

فِیْھَا الْعُلُوْمُ جَمِیْعُھَا وَحَلِیْبُھَا لِمَنِ ارْتَغَا

اور اس میں تمام علم ہیں اور اس میں علوم کا دودھ ہے اس کے لئے جو اوپر کا حصہ کھا رہا ہے

فِیْھَا الْمَعَارِفُ کُلُّھَا وَ قَلِیْبُھَا بَلْ اَبْلَغَا

اور اس میں تمام معارف اور ان کا کنواں بلکہ اس سے زیادہ ہے

(القصائد الاحمدیہ مترجم جدید ایڈیشن صفحہ 143)

☆ ☆ ☆

فارسی منظوم کلام

عظمت قرآن

از نورِ پاک قرآں صبحِ صفا دمیدہ
برغنچہ ہائے دِلہا بادِ صبا وزیدہ

قرآن کے پاک نور سے روشن صبح نمودار ہو گئی اور دلوں کے غنچوں پر بادِ صبا چلنے لگی

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد
و ایں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

ایسی روشنی اور چمک تو دوپہر کے سورج میں بھی نہیں اور ایسی کشش اور حُسن تو کسی چاند میں بھی نہیں دیکھی

یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا
و ایں یوسفے کہ تن ہا از چاہ برکشیدہ

یوسفؑ تو ایک کنوئیں کی تہ میں اکیلا گرا تھا مگر اس یوسف نے بہت سے لوگوں کو کنوئیں میں سے نکالا ہے

از مشرق معانی صد ہا دقایق آورد
قدِ ہلالِ نازک زاں نازکی خمیدہ

مشرقِ حقایق سے یہ سینکڑوں حقایق اپنے ہمراہ لایا ہے۔ ہلالِ نازک کی کمر ان حقایق سے جھک گئی ہے۔

کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ

تجھے کیا پتہ کہ اس کے علوم کی حقیقت کس شان کی ہے وہ آسمانی شہد ہے جو خدا کی وحی سے ٹپکا ہے۔

(''براہین احمدیہ'' روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 294، 295 حاشیہ)

☆ ☆ ☆

اردو منظوم کلام

اوصافِ قرآن مجید

نُورِ فرقاں ہے جو سب نُوروں سے اَجلیٰ نکلا
پاک وُہ جس سے یہ اَنوار کا دریا نکلا!
حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفٰی نِکلا
یا الٰہی! تیرا فُرقاں ہے کہ اِک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دُکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نُور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ مُوسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اِک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نُور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اِس دُنیا میں
جن کا اِس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا
جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

(درثمین اردو صفحہ 9 مطبوعہ ربوہ پریس لندن)

☆ ☆ ☆

کلام الامام

سرچشمہ نجات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یاد رکھو قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآن شریف پر عمل نہیں کرتے۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جس کو اس پر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تو بہت دُور پڑے ہوئے ہیں، لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور نجات کا شفا بخش نسخہ ہے۔ اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اُسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کے کلام سے ایسے غافل اور لاپروا ہیں اُن کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفّٰی اور شیریں اور خُنک ہے اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفاء ہے۔ یہ علم اس کو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا، تو یہ اس کی کیسی بدقسمتی اور جہالت ہے۔ اُسے تو چاہیے تھا کہ وہ اس چشمہ پر مُنہ رکھ دیتا اور سیراب ہو کر کہ اُس کے لُطف اور شفا بخش پانی سے حظ اُٹھاتا۔ مگر باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دُور ہے جیسا کہ ایک بے خبر۔ اور اس وقت تک اُس سے دُور رہتا ہے جو موت آ کر خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم جدید ایڈیشن صفحہ 140)

☆ ☆ ☆

فہم قرآن - عطائے رحمان

''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا''

مرتبہ: مکرم سعد محمود باجوہ صاحب مربی سلسلہ

پیشگوئی مصلح موعود کے اس حصہ کے متعلق سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''پہلی پیشگوئی یہ کی گئی تھی کہ وہ علوم ظاہری سے پر کیا جائے گا۔ اس پیشگوئی کا مفہوم یہ ہے کہ علوم ظاہری سیکھے گا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اسے یہ علوم سکھائے جائیں گے۔ یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ وہ علوم ظاہری میں مہارت رکھتا ہوگا بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اور طاقت اسے یہ علوم ظاہری سکھائے گی۔ اسکی اپنی کوشش اور محنت اور جدوجہد کا اس میں دخل نہیں ہوگا۔ یہاں علوم ظاہری سے مراد حساب اور سائنس وغیرہ کے علوم نہیں ہو سکتے کیونکہ یہاں ''پُر کیا جائے گا'' کے الفاظ ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے سائنس اور حساب اور جغرافیہ وغیرہ علوم سکھائے نہیں جاتے بلکہ دین اور قرآن سکھایا جاتا ہے۔ پس پیشگوئی کے ان الفاظ کہ ''وہ ظاہری علوم سے پُر کیا جائے گا'' کا مفہوم یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم دینیہ اور قرآنیہ سکھلائے جائیں گے اور خدا خود اس کا معلّم ہوگا''۔ (الموعودؑ۔ انوار العلوم جلد ۱۷ صفحہ ۵۶۵)

ذیل میں خدائے رحمان کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کو معارف قرآن سکھلائے جانے کے چند نمونے حضور ہی کے الفاظ میں پیش ہیں:

آیات اور سورتوں کی ترتیب کا مضمون

۱۔ فرمایا: ''میں نے تفسیری نوٹوں کو لکھتے ہوئے اس امر کو مدنظر رکھا ہے کہ آیات اور سورتوں کی ترتیب اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے معانی کا ایک سلسلہ پوری ترتیب کے ساتھ پڑھنے والے کی سمجھ میں آجائے گا۔ اور وہ کسی سورۃ یا کسی آیت کو بے جوڑ نہ سمجھے گا۔ ترتیب کا مضمون ان مضامین میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص طور پر سمجھائے ہیں'' (تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۱)

۲۔ ''میرے نزدیک ان نوٹوں کی خوبی یہی بہت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل فرما کر موجودہ زمانہ کی ضرورتوں کے متعلق بہت کچھ انکشاف فرمایا ہے۔ مگر ہر زمانہ کی ضرورت الگ ہوتی ہے اور ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق قرآن کریم

میں علوم موجود ہیں۔ جو اپنے موقعہ پر کھولے جاتے ہیں۔ پہلے مفسرین نے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق بہت بڑی خدمت قرآن کریم کی کی ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا''۔(تفسیر کبیر جلد۳ص ب)

علوم قرآنی کا مآخذ

۳۔''اب میں ان ماخذوں کا ذکر کرتا ہوں جن سے مجھے نفع ہوا اور سب سے پہلے اس ازلی ابدی ماخذِ علوم کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس سے سب علوم نکلتے ہیں اور جس کے باہر کوئی علم نہیں۔ وہ علیم وہ نور ہی سب علم بخشتا ہے اسی نے اپنے فضل سے مجھے قرآن کریم کی سمجھ دی اور اس کے بہت سے علوم مجھ پر کھولے اور کھولتا رہتا ہے۔ جو کچھ ان نوٹوں میں لکھا گیا ہے ان علوم میں سے ایک حصہ ہے۔سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

۴۔''اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر کوئی شخص اس کے صحیح معانی نہ بتائے۔تو کون یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اس کا صحیح مطلب بیان کر رہا ہے۔یا اس کے مطابق عمل کر رہا ہے۔ یہ نقص اسی صورت میں دور ہو سکتا ہے کہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد ایسے لوگ کھڑے ہوتے رہیں جو کتاب کے صحیح مفہوم کی طرف لوگوں کو لاتے رہیں اور یہ حفاظت دائمی طور پر قرآن کریم ہی کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا یہ دعویٰ ہے کہ..... کسی علم کا متبع خواہ قرآن کریم کے کسی مسئلہ پر حملہ کرے میں اس کا معقول اور مدلّل جواب دے سکتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر ذی علم والے کو ساکت کر سکتا ہوں خواہ وقتی جوش کے تحت وہ علی الاعلان اقرار کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ میں نے اس کا ربع صدی سے زیادہ اس کا تجربہ کیا ہے۔میں سمجھتا ہوں جب سے اس میدان میں داخل ہوا ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ظاہر باہر میں کبھی مجھے اس بارہ میں شرمندہ ہونے کا موقع نہیں ملا۔غرض خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی معنوی حفاظت کا مدار صرف عقل پر ہی نہیں رکھا اور اس کی تشریح کا انحصار صرف انسانی دماغ پر ہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ اپنے کلام سے اس کو ظاہر فرمانے کا ذمہ لیا ہے جس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب اس طرح سے عملی پھل ظاہر ہوتے ہیں تو قرآن مجید کے محفوظ ہونے کا ایک بیّن ثبوت ملتا رہتا ہے۔دوائی اگر فائدہ کرتی ہے تو ہم اسے تازہ سمجھتے ہیں ورنہ بوسیدہ سمجھتے ہیں قرآن کے تازہ پھل بھی ثابت کرتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید محفوظ اور زندہ کتاب ہے اور یہ کہ قرآن کی حفاظت کا ایسا زبردست ذریعہ ہے جو اور کسی کتاب کو میسر نہیں اور نہ ہوگا۔ (تفسیر کبیر جلد۴ص ۲۰۔)

سورۃ فاتحہ کی تفسیر فرشتہ نے سکھائی

۵۔''میں اس جگہ ایک اپنا مشاہدہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ میں چھوٹا ہی تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا۔میں مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوں اور سامنے میرے ایک وسیع میدان ہے۔اس میدان میں اس طرح کی ایک آواز پیدا

ہوئی جیسے برتن کو ٹھکورنے سے پیدا ہوتی ہے یہ آواز فضا میں پھیلتی گئی اور یوں معلوم ہوا کہ گویا وہ سب فضاء میں پھیل گئی ہے اس کے بعد اس آواز کا درمیانی حصہ متمثل ہونے لگا اور اس میں ایک چوکھٹا ظاہر ہونا شروع ہوا جیسے تصویروں کے چوکھٹے ہوتے ہیں پھر اس چوکھٹے میں کچھ ہلکے سے رنگ پیدا ہونے لگے آخر وہ رنگ روشن ہو کر ایک تصویر بن گئے اور اس تصویر میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ایک زندہ وجود بن گئی اور میں نے خیال کیا کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ وہ فرشتہ مجھ سے مخاطب ہوا اور اس نے مجھے کہا کہ کیا میں تم کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں تو میں نے کہا کہ ہاں آپ مجھے ضرور اس کی تفسیر سکھائیں پھر اس فرشتہ نے مجھے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کی یہاں تک کہ وہ **اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ** تک پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اس نے مجھے کہا کہ اس وقت تک جس قدر تفاسیر لکھی جا چکی ہیں وہ اس آیت تک ہیں۔ اس کے بعد کی آیات کی کوئی تفسیر اب تک نہیں لکھی گئی۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔ کیا میں اس کے بعد کی آیات کی تفسیر بھی تم کو سکھاؤں اور میں نے کہا ہاں جس پر فرشتہ نے مجھے **اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ** اور اس کے بعد کی آیات کی تفسیر سکھانی شروع کی اور جب وہ ختم کر چکا تو میری آنکھ کھل گئی اور جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ اس تفسیر کی ایک دو باتیں مجھے یاد تھیں۔ لیکن معاً بعد میں سو گیا اور جب اُٹھا تو تفسیر کا کوئی حصہ بھی یاد نہ تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مجھے ایک مجلس میں اس سورۃ پر کچھ بولنا پڑا اور میں نے دیکھا کہ اس کے نئے نئے مطالب میرے ذہن میں نازل ہو رہے ہیں اور میں سمجھ گیا کہ فرشتہ کے تفسیر سکھانے کا یہی مطلب تھا۔ چنانچہ اس وقت سے لیکر آج تک ہمیشہ اس سورۃ کے نئے نئے مطالب مجھے سکھائے جاتے ہیں۔ جن میں سے سینکڑوں میں مختلف کتابوں اور تقریروں میں بیان کر چکا ہوں اور اس کے باوجود وہ خزانہ خالی نہیں ہوا۔ چنانچہ دُعا کے متعلق جو گُر اس سورۃ میں بیان ہوئے ہیں اور جن کا ذکر اُوپر کر آیا ہوں وہ بھی انہی تجارب میں سے ہیں۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھتے وقت میرے دل میں خیال گذرا کہ اس موقعہ پر بھی اللہ تعالیٰ کوئی نئے مطالب اس سورۃ کے کھولے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سات اصول کا انکشاف ہوا جو دُعا کے متعلق اس سورۃ میں بیان ہیں۔ **فالحمدللّٰہِ علیٰ ذٰلک**۔ اور جو کچھ لکھا گیا ہے محض خلاصہ کے طور پر لکھا گیا ہے ورنہ ان اصول میں بہت وسیع مطالب پوشیدہ ہیں۔ **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ**"۔

(تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ٦)

٦۔ "میرے نزدیک قرآن کریم کے مضامین کی ایک نہ ایک کنجی ضرور ہوتی ہے۔ بعض وقت اس کنجی کا علم الہام کے ذریعہ سے ہو جاتا ہے۔ اور بعض وقت انسان خود غور فکر اور اپنی عقل سے مدد لیکر اس کو پا لیتا ہے مجھے ایک دفعہ بطور القاء بتایا گیا تھا کہ سورہ بقرہ کی کنجی **یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ** والی آیت میں ہے چنانچہ میں نے اس کنجی کی مدد سے تمام بقرہ کو حل کر لیا تھا ایسا ہی ایک دفعہ خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** ہر

ایک سورہ کی کنجی ہے تبھی ہر سورۃ کے ساتھ نازل ہوئی ہے"۔ (تفسیر کبیر جلد۴ص۵۴،۵۵)

قرآن کریم میں ذکر انبیاء میں ترتیب ہے

۷۔"میرے نزدیک حضرت مسیحؑ کے ذکر کے بعد حضرت ابراہیمؑ کا ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مسیحیت اپنے آپ کو شاخ قرار دیتی ہے موسویت کی اور موسویت اپنے آپ کو کڑی قرار دیتی ہے ابراہیمی سلسلہ کی گویا مسیحؑ کا تعلق آخر ابراہیمؑ سے جا کر ثابت ہوتا ہے اور یہی بات ہمیں انجیل بتاتی ہے چنانچہ انجیل میں کہیں ابراہیمی تخت کا حضرت مسیح کو وارث بتایا گیا ہے اور کہیں داؤدی تخت کا اس کو وارث بتایا گیا ہے پس مسیحؑ کی صداقت جب بھی زیر بحث آئے گی ابراہیم کا ذکر ضرور کیا جائے گا کیونکہ جب مسیحیت ابراہیمی سلسلہ کی ایک شاخ ہے اور جڑ یہ ثابت کرتی ہو کہ خدا ایک ہے اور شاخ یہ کہتی ہو کہ خدا دو یا تین ہیں تو لازماً ہمیں ماننا پڑے گا کہ شاخ جو کچھ کہہ رہی ہے وہ غلط ہے جب بانی سلسلہ موسویہ یا بانی سلسلہ اسرائیلی شرک کا دشمن تھا تو اس کی نسل کا ایک فرد شرک کو قائم کرنے والا کس طرح ہوسکتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے زکریا کا ذکر کیا جو یحییٰ کے والد تھے پھر یحییٰ کا ذکر کیا جو مسیحؑ کے لئے ارہاص کے طور پر آئے تھے پھر مسیحؑ کا ذکر کیا اور اس بات کے دلائل دیئے کہ وہ ہمارا موحد بندہ تھا۔اس نے شرک کی تعلیم نہیں دی بلکہ ہمیشہ خدائے واحد کی پرستش کی تاکید کی ہے۔اب فرماتا ہے ہم تمہارے سامنے ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں تم کہتے ہو کہ مسیحؑ کے اندر خدائی پائی جاتی تھی اور مسیح دنیا کا آخری نجات دہندہ تھا، اس کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا ہم تمہیں ابراہیم کی طرف لے چلتے ہیں اور تمہیں بتاتے ہیں کہ وہ ایک خدا کو مانتا تھا اور شرک کا شدید ترین دشمن تھا اور تم سمجھ سکتے ہو کہ جب جڑ ایک بات کا انکار کرتی ہو تو شاخ کس طرح کہہ سکتی ہے کہ میرے اندر وہ بات پائی جاتی ہے پس یہ ایک طبعی ترتیب ہے جس کے ماتحت خدا تعالیٰ نے مسیحؑ کا ذکر کرنے کے بعد ابراہیم کا ذکر کیا اور عیسائی قوم کو اس طرف توجہ دلائی کہ تم سوچو کہ ابراہیم کیا کہتا ہے ابراہیم کا کام بائبل میں دیکھو اس نے جو تعلیم دی ہے اس کو پڑھو اور پھر غور کرو کہ وہ باتیں جو تم کہتے ہو کہ مسیحؑ نے کہی ہیں کیا وہ ابراہیم کی باتوں سے ملتی ہیں یا وہ اس کے خلاف ہیں اگر وہ اس کے خلاف ہیں تو معلوم ہوا کہ وہی باتیں مسیحؑ کے متعلق سچ ہیں جو ہم مسیحؑ کے متعلق کہتے ہیں پس مسیحؑ کے بعد ابراہیم کا ذکر قابل اعتراض نہیں بلکہ طبعی ترتیب یہی تھی کہ ابراہیم کا ذکر کیا جاتا اور یہ ترتیب دو وجوہ سے اختیار کی گئی ہے۔

اول یہ بتانے کے لئے کہ بانی سلسلہ موسویہ یا اسرائیلی شرک کا دشمن تھا۔پھر اس کی نسل کا ایک فرد شرک کا قائم کرنے والا کس طرح ہوسکتا ہے۔

دوم یہ بتانے کیلئے کہ ابراہیمؑ نے دو بیٹوں کے متعلق خبر دی تھی ایک اسحاقؑ کی جس میں سے موسیٰؑ نے سلسلہ کی بنیاد رکھی دوسرے اسماعیل کی۔موسوی سلسلہ کو کبھی ختم ہونا چاہئے تھا تا کہ اسماعیلی سلسلہ کے وعدے شروع ہوتے۔پس مسیحؑ کی

آمد سے جو بغیر باپ کے تھا اسرائیلی سلسلہ ختم ہوا تا کہ اسماعیلی سلسلہ شروع ہو اسی وجہ سے اس سورۃ میں پہلے زکریاؑ کا ذکر کیا جو مسیحؑ کے لئے بطور راہص آنے والے وجود کے والد تھے۔ پھر حضرت یحییٰؑ کا ذکر کیا کیونکہ وہ مسیحؑ کے لئے بطور راہص آئے تھے پھر مسیحؑ کا ذکر کیا اور اس بات کے دلائل دئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی توحید کے قائل تھے اس کے بعد ابراہیمؑ کا ذکر کیا اور بتایا کہ جب مسیحیت ایک شاخ ہے ابراہیمی سلسلہ کی تو تم سوچو کہ کیا یہ شرک کی تعلیم جڑ میں بھی پائی جاتی تھی یا نہیں جب ابراہیمؑ جس کی تم ایک شاخ ہو موحد تھا تو اس کی نسل کا ایک فرد شرک کو قائم کرنے والا کس طرح ہو گیا اس کے بعد اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور موسیٰؑ کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ وعدے جو اسحاقؑ کے ساتھ کئے گئے تھے پورے ہو گئے اور تمہارا سلسلہ ختم ہو گیا اب ہم تمہیں ان وعدوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے اسماعیلؑ کے متعلق کئے گئے تھے اور تمہیں بتاتے ہیں کہ انہی وعدوں کے مطابق اسماعیلؑ کی نسل میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے ہیں پھر تمہیں ان پر کیا اعتراض ہے اگر اوپر کا مضمون مدنظر نہ ہوتا تو اس ترتیب کا کوئی مفہوم نہ تھا۔ کیونکہ مسیح کے بعد ابراہیم نہ تھے اور موسیٰ کے بعد اسماعیل نہ تھے پس مسیحؑ کے بعد ابراہیمؑ پھر موسیٰؑ اور پھر اسماعیلؑ کی طرف چلے جانا صاف بتاتا ہے کہ اس جگہ وہی مضمون مراد ہے جو میں نے بیان کیا ہے دوسرا کوئی مضمون اس جگہ مراد نہیں انبیاء کی ترتیب کے بارہ میں یہ وہ علم ہے جو خدا تعالیٰ نے صرف مجھے ہی عطا فرمایا ہے چنانچہ تیرہ سو سال میں جس قدر تفسیر لکھی گئی ہیں ان میں سے کسی تفسیر میں بھی یہ مضمون بیان نہیں کیا گیا اور کوئی نہیں بتاتا کہ نبیوں کا ذکر کرتے وقت یہ عجیب ترتیب کیوں اختیار کی گئی ہے صرف مجھ پر خدا تعالیٰ نے اس نکتہ کو کھولا ہے جس سے اس ترتیب کی حکمت اور اہمیت بالکل واضح ہو جاتی ہے"۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۲۶۲ تا ۲۶۴)

سورۃ فجر کی تفسیر کی تفہیم خدا کی طرف سے ہوئی:

۸۔ فرمایا: "غرض جوں جوں سورۃ فجر کا درس نزدیک آتا گیا میرا اضطراب بھی بڑھتا چلا گیا۔ میں نے کہا جب اس سورۃ کے متعلق میری اپنی تسلی ہی نہیں ہوئی تو دوسروں کو کیسے مطمئن کر سکتا ہوں۔ مفسرین نے جو معنی بیان کئے ہیں وہ میں بیان کر سکتا تھا مگر جو ترتیب گزشتہ سورتوں سے میں بتاتا آ رہا ہوں اس کے لحاظ سے چاروں کھونٹے قائم نہیں ہوتے تھے۔ پہلے خیال آیا کہ میں دوسروں کے معانی ہی نقل کر دوں کیونکہ یہ درس اب جلد کتابی صورت میں چھپنے والا ہے کب تک میں ان معانی کا انتظار کروں گا جو ترتیب کے مطابق ہوں شاید ترتیب کے مطابق معانی اللہ تعالیٰ پھر کسی وقت کھول دے آخر پرانے مفسروں نے کوئی نہ کوئی معانی ان آیات کے کئے ہی ہیں۔ رازی نے بھی ان کے معانی لکھے ہیں۔ بحر محیط والوں نے بھی معانی لکھے ہیں حضرت خلیفہ اول نے بھی معانی کیے ہوئے ہیں اور ان تمام معانی کو ملحوظ رکھ کر کچھ نہ کچھ بات بن ہی جاتی ہے مگر چونکہ میرا دل کہتا تھا کہ ترتیب آیات کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ معانی پوری طرح باہم منطبق نہیں ہوتے مجھے اطمینان نہ ہوا۔ یہاں تک کہ

۱۷ماہ صلح ۱۳۲۴ہش مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۴۵ء بروز بدھ میں سورۃ غاشیہ کا درس دینے کے لئے بیت مبارک میں آیا۔ میں نے درس سورۃ غاشیہ کا دینا تھا مگر میں غور سورۃ فجر پر کر رہا تھا اسی ذہنی کشمکش میں میں نے عصر کی نماز پڑھانی شروع کی اور میرے دل پر ایک بوجھ تھا لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ جب میں عصر کی نماز کے آخری سجدہ سے سر اٹھا رہا تھا تو ابھی سر زمین سے ایک بالشت بھر اونچا آیا ہوگا کہ ایک آن میں یہ سورۃ مجھ پر حل ہوگئی۔ پہلے بھی کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ سجدہ کے وقت خصوصاً نماز کے آخری سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے بعض آیات کو مجھ پر حل کر دیا۔ مگر اس دفعہ بہت ہی زبردست تفہیم تھی کیونکہ وہ ایک نہایت مشکل اور نہایت وسیع مضمون پر حاوی تھی چنانچہ جب میں نے عصر کی نماز کا سلام پھیرا تو بے تحاشا میری زبان سے الحمدللہ کے الفاظ بلند آواز سے نکل گئے"۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۴۸۳ تا ۴۸۵)

سورۃ التین کا ایک نیا علم

۹۔ "غرض حضرت خلیفہ اول کے معنے بھی بڑے لطیف ہیں اور پرانے مفسرین کے بعض معنے بھی بہت اچھے ہیں مگر میں نے اس سورۃ پر مزید غور کیا کہ کیا ایسے لطیف اور واضح معنوں کے ہوتے ہوئے پھر کوئی اور معنے بھی ہوسکتے ہیں یا نہیں ؟ جب میں نے غور کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان آیات کا ایک نیا علم بخشا۔ اس کے لحاظ سے یہاں نہ دو زمانوں کا ذکر ہے نہ تین بلکہ چار زمانوں کی خبر دی گئی ہے اور اس طرح ایک نہایت ہی لطیف مضمون بیان کیا گیا ہے جو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کے ساتھ گہرے طور پر تعلق رکھتا ہے۔ بیشک اگر ہم موسیٰ کی مثال لے لیں یا عیسیٰ کی مثال لے لیں یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال لے لیں تب بھی یہ آیت اپنے معنی کے لحاظ سے پوری طرح چسپاں ہوجاتی ہے مگر اس صورت میں انسان کو احسن تقویم میں پیدا کرنے کی مثال زمانہ کے صرف ایک جزو کے ساتھ تعلق رکھے گی۔ کامل مثال تب ثابت ہوتی ہے جب ساری دنیا پر مجموعی لحاظ سے نظر ڈالنے کے بعد یہ نتیجہ پیدا ہو کہ انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا گیا ہے اگر ساری دنیا پر مجموعی نظر ڈالنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم تو اس صورت میں یقیناً یہ پہلے سے زیادہ زبردست دلیل بن جائیگی اور قرآن کریم کے حسن اور اس کی شان کو دوبالا کر دے گی۔ (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۱۶۰)

سورۃ الفیل اور سورۃ ایلاف (القریش) کا مضمون:

۱۰۔ "یہاں وہ مضمون آتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں صرف مجھ پر کھولا ہے اور جس کی طرف تیرہ سو سال تک مسلمانوں کی توجہ نہیں گئی۔ وہ مضمون یہ ہے کہ یہ دو سورتیں یعنی سورۃ الفیل اور سورۃ ایلاف اس حقیقت کا اظہار کرتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بلکہ آپ کی پیدائش سے بھی پہلے آپ کے دشمنوں اور دوستوں کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں یعنی

آپ کی آمد کی انتظار میں اگر ایک طرف آپ کے دشمنوں نے تیاری شروع کر دی دوسری طرف آپ کے دوستوں نے تیاری شروع کر دی تھی کہتے ہیں،، ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات،، یعنی ترقی کرنے والے وجود کی طرف شروع میں ہی نظریں اٹھنی شروع ہو جاتی ہیں یہ تو ایک دنیوی ضرب المثل ہے اللہ تعالیٰ کی بھی ہمیشہ سے یہ سنت چلی آئی ہے جب بھی کوئی مامور آنے والا ہوتا ہے اس کی بعثت سے پہلے اس کے متعلق چہ مگوئیاں شروع ہو جاتی ہیں جو ثبوت ہوتا ہے اس بات کا کہ اب وہ زمانہ بالکل قریب آ گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی موعود نے مبعوث ہونا ہے''۔ (تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۲۷۔)

خدا نے ظاہری تعلیم نہ ہونے کے باوجود علم قرآن سکھایا:

۱۱۔ فرمایا ''اوپر کوثر کے ایک معنی الخیر الکثیر کے بھی بتائے جا چکے ہیں اور خیر کا لفظ.....اور دین کے معنوں میں ہی آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام بھی ہے کہ الخیر کلہ فی القرآن ۔ تمام قسم کی خیر اور بھلائی قرآن کریم میں ہی ہے۔ پس جو شخص قرآنی معارف لٹاتا ہے وہ بالفاظ دیگر خیر تقسیم کرتا ہے.....وہ لوگ جنہوں نے اس دولت کو نہیں لیا وہ اس کی عظمت کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ ہم لوگ جنہوں نے اس دولت کو قبول کیا ہے ہم جانتے ہیں کہ اس کی کیا عظمت ہے اور کتنی قیمتی اور بیمثال چیز ہے۔ ہم نے تو اس دولت سے اس قدر حصہ پایا ہے کہ ہمارے گھر بھر گئے ہیں۔ مثلاً میرا اپنا وجود ہی ہے۔ دنیوی لحاظ سے میں پرائمری فیل ہوں۔ مگر چونکہ گھر کا مدرسہ تھا اس لئے اوپر کی کلاسوں میں مجھے ترقی دے دی جاتی تھی۔ پھر مڈل میں فیل ہوا مگر گھر کا مدرسہ ہونے کی وجہ سے پھر مجھے اوپر ترقی دے دی گئی۔ آخر میٹرک کے امتحان کا وقت آیا تو میری ساری پڑھائی کی حقیقت کھل گئی اور میں صرف عربی اور اردو میں پاس ہوا اور اس کے بعد پڑھائی چھوڑ دی گویا میری تعلیم کچھ بھی نہیں۔ مگر آج تک ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے میرے سامنے قرآن کریم کے خلاف کوئی اعتراض کیا ہو اور پھر اسے شرمندگی نہ ہوئی ہو بلکہ اسے ضرور شرمندہ ہونا پڑا ہے اور اب بھی میرا دعویٰ ہے کہ خواہ کوئی کتنا بڑا عالم ہو۔ وہ اگر قرآن کریم کے خلاف میرے سامنے کوئی اعتراض کرے گا تو اسے ضرور شکست کھانی پڑے گی اور وہ شرمندہ اور لاجواب ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ میں یورپ بھی گیا ہوں، میں مصر بھی گیا ہوں میں شام بھی گیا ہوں اور میں ہندوستان میں بھی مختلف علوم کے ماہرین سے ملتا رہا ہوں مگر ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے علمی اور مذہبی میدان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے فتح نہ پائی ہو۔ بلکہ جب بھی انہوں نے مجھ سے کوئی گفتگو کی ہے انہیں ہمیشہ میری فوقیت اور میرے دلائل کی مضبوطی کو تسلیم کرنا پڑا ہے''۔ (تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۳۵۷۔)

☆ ☆ ☆

دنیا میں دکھ اور الم کیوں ہے

از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

حواس اور متعلقہ اعضاء کے ارتقائی مطالعہ سے بآسانی یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ان میں نفع نقصان کا احساس شروع ہی سے موجود تھا۔ یہ ارتقائی سفر فائدہ اور نقصان کی شناخت پر مبنی ایک طویل سفر ہے جس کے نتیجہ میں اعضائے حس بتدریج ترقی پاکر خوشی اور تکلیف، آرام اور دکھ کی موجودگی کو محسوس کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ اگر ہم پیچھے مڑ کر حیات کی سب سے ادنیٰ حالت کا جائزہ لیں اور اس زینہ کے نچلے درجوں کا چوٹی کے اعلیٰ مراحل کے ساتھ مقابلہ کریں تو یہ جان لینا مشکل نہیں رہتا کہ دراصل ارتقاء سے احساس اور شعور کا ارتقاء ہی مراد ہے۔ زندگی تسلسل کے ساتھ شعور کے دائرے میں نیچے سے اوپر کی طرف ترقی کر رہی ہے جس کے نتیجہ میں احساس کی قوتیں مسلسل بیدار سے بیدار تر ہوتی چلی جاتی ہیں۔

آغاز حیات میں سود و زیاں کا احساس خاصا دھندلا اور مبہم ہوا کرتا ہے اور ابتدائی حیات کی جسمانی ساخت میں اس احساس کو کنٹرول کرنے والا کوئی مرکز دریافت نہیں ہوا لیکن اپنے ماحول اور بعض عناصر کی موجودگی میں ان کے ردعمل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں مبہم سا شعور موجود ضرور ہے۔ یہی وہ بظاہر مبہم اور ناقابل بیان حس ہے جسے خالق نے کسی نہ کسی طرح قوت ادراک کی شروعات میں استعمال کیا ہے۔ اسی قوت مدرکہ نے بتدریج ترقی پاکر جانداروں کے جسم میں اپنی جگہ بنا لی۔ یہی مقامات بالآخر موجودہ اعضائے حس کی شکل اختیار کر گئے۔ دماغ کی تخلیق ایک الگ اور غیر متعلق واقعہ نہیں۔ اعضائے حس کی ترقی کسی بھی متوازی اعصابی نظام کے بغیر بامقصد نہیں ہو سکتی جو مختلف اعضائے حس کے ذریعہ پہنچائے جانے والے پیغامات کی تشریح کر سکے۔ چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ دماغ نے بھی اعضائے حس کے لازمی جزو کے طور پر ساتھ ساتھ ترقی کی ہے۔ شعور جتنا زیادہ ترقی یافتہ ہوگا سود و زیاں کا احساس بھی اتنا ہی شدید ہوگا جسے مخصوص اعصابی مراکز محسوس کر کے نقصان کے احساس کو بطور رنج اور فائدہ کے احساس کے بطور راحت اعصاب کے ذریعہ ذہن تک منتقل کرتے ہیں۔

شعور جتنا کم ترقی یافتہ ہوگا اتنا ہی تکلیف کا احساس بھی کم ہوگا۔ یہی حال خوشی کا ہے۔ اس طرح خوشی اور غم کے احساس کے لئے اعضائے حس کی موجودگی ناگزیر ہے۔ امکان غالب ہے کہ اگر تکلیف محسوس کرنے کی صلاحیت کو کم کر دیا جائے تو اس کے ساتھ ساتھ خوشی اور لذت محسوس کرنے کی صلاحیت بھی اسی حد تک کم ہو جائے گی۔ یہ دونوں برابر اہمیت کے حامل ہیں اور یکساں طور پر ارتقاء کے پہیہ کو آگے بڑھانے میں مدد دیتی ہیں۔ ایک کو دوسری سے الگ نہیں کیا جا سکتا ورنہ ارتقاء کا تمام تخلیقی منصوبہ کالعدم ہو جائے گا۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکلیف کو اپنی حیثیت میں ایک علیحدہ وجود کے طور پر نہیں بلکہ لذت

اورآرام کے ایک ناگزیر جزو کے طور پر پیدا کیا ہے۔خوشی کی عدم موجودگی تکلیف ہے جو کہ اس کے سائے کی طرح ہے بالکل اسی طرح جیسے تاریکی ایک سایہ ہے جو روشنی کی عدم موجودگی کا نتیجہ ہے۔زندگی کے لئے موت ناگزیر ہے۔دونوں مختلف درجات پر مشتمل ایک ہی سطح کے قریب ہوتے چلے جاتے ہیں۔لیکن جب ہم زندگی سے دور ہٹتے ہیں تو احساس زیاں اور دکھ کے ساتھ موت کی طرف سفر کرتے ہیں۔بقا کی جد وجہد کو سمجھنے کی یہی کلید ہے جو زندگی کے معیار کو بہتر بناتی اور ارتقاء کی آخری منزل کے حصول میں مدد دیتی ہے۔''بقائے اصلح'' survival of the fittest کا اصول ارتقاء کے اس عظیم الشان منصوبہ میں بھرپور کردار ادا کرتا ہے۔

یہ امر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ (سورۃ الملک 2-3)

ترجمہ: بس ایک وہی برکت والا ثابت ہوا جس کے قبضۂ قدرت میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر جسے چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔وہی جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہترین ہے۔اور وہ کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

دنیا میں دکھ کیوں ہے؟ مندرجہ بالا آیت میں اس سوال کا جواب بڑی وسعت اور وضاحت سے دیا گیا ہے۔علاوہ ازیں موت وحیات کا گہرا فلسفہ، ان دونوں کے درمیان پائے جانے والے ان گنت مراتب نیز زندگی کی تشکیل اور اس کا معیار بہتر بنانے میں ان کے کردار کا ذکر کیا گیا ہے۔یہی وہ ترتیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہاں واضح فرمائی ہے۔ہم جانتے ہیں کہ زندگی ایک مثبت قدر ہے اور موت سے محض اس کی عدم موجودگی مراد ہے اور ان کے درمیان کوئی حدِّ فاصل نہیں ہے۔حیات کا موت کی طرف سفر اور زوال پذیری یا دوسرے پہلو سے موت کی حیات کی طرف حرکت اور نتیجۃً طاقت، توانائی اور شعور کا حصول ایک تدریجی عمل ہے۔یہ تخلیق کا عظیم منصوبہ ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا؟ اس کا جواب قرآن کریم نے یہ دیا ہے:''کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہترین ہے۔''

یہ موت اور حیات کے مابین پیہم جد وجہد ہے جو جانداروں کو ایک مستقل آزمائش میں مبتلا رکھتی ہے۔چنانچہ باقی وہی رہتے ہیں جو اپنے طرز عمل سے اپنے آپ کو بہترین ثابت کریں اور اپنی بقا کے لئے بہترین مقام حاصل کر پائیں۔مذکورہ بالا آیات میں ارتقاء کا فلسفہ اور طریق بیان کیا گیا ہے۔یہ موت اور حیات کی قوتوں کی مسلسل جد وجہد ہی ہے جو جاندار انواع کو مستقلاً موت سے دور لے جانے یا اس کی طرف جانے کی قوت عطا کرتی ہے۔ارتقائی تبدیلیوں کے وسیع تناظر میں اس کا نتیجہ کسی وجود کی زندگی کے معیار کی بہترین یا ابتری کی صورت میں نکلتا ہے۔یہی ارتقاء کی اصل روح ہے۔

دکھ کو صرف اس صورت میں قابل اعتراض قرار دیا جا سکتا ہے اگر اسے نظام کائنات میں کوئی بامقصد کردار ادا کئے

بغیر ایک علیحدہ وجود کے طور پر پیش کیا جائے۔لیکن دکھ کے احساس کے اس تجربہ سے گزرے بغیر تو سکون اور آرام کا احساس بھی ختم ہوجاتا ہے۔رنج اور تکلیف کے بغیر خوشی اور مسرت کا بھی کوئی لطف نہیں رہتا۔بلاشبہ اس کے بغیر زندگی کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا اور ارتقاء کی منازل راستے ہی میں دم توڑ دیں گے۔

چنانچہ حواس خمسہ کے ارتقاء میں تکلیف اور سکون کے احساس نے یکساں کردار ادا کیا ہے۔جیسا کہ گاڑی کے دو پہیے کہ اگر ایک الگ کردیں تو دوسرا بھی بیکار ہوکر رہ جائے گا اور یوں گاڑی کا تصور ہی ختم ہوجائے گا۔موت وحیات کے مابین یہی کشمکش جو تکلیف کو جنم دیتی ہے،خوشی پیدا کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔یہی بنیادی محرک ارتقاء کی گاڑی کو ہمیشہ آگے بڑھنے کی قوت مہیا کرتا ہے۔

ارتقاء کی طویل تاریخ میں پائی جانے والی بیماریوں کی مختلف وجوہات بالواسطہ یا بلاواسطہ ارتقائی تبدیلیوں سے ہی متعلق تھیں۔ماحولیاتی تبدیلیاں،بقا کی جدوجہد،تغیر اور حادثات،سب نے اکٹھے یا الگ الگ اپنا اپنا کردار ادا کیا ہے۔یعنی بیماریاں،نقائص اور کمزوریاں بھی ترقی پر اثر انداز ہونے میں اپنا اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔یوں جانوروں کی مختلف انواع بظاہر لاشعوری طور پر،مگر دراصل ایک رہنما اصول کے تحت شعور کے اعلیٰ مدارج کی طرف ارتقاء پذیر ہوتی رہی ہیں۔

اب ہم ایک اور منصوبہ کا جائزہ لیتے ہیں جس میں ایک مفروضہ کے تحت تکلیف کے عنصر کو یکساں ہٹا دینا مقصود ہے۔بالفاظ دیگر زندگی کی تمام حالتوں کو لازمی طور پر کسی تکلیف کے بغیر خوشی میں برابر کا حصہ ملنا چاہیئے۔مقصد یہ ہے کہ شاید اس طرح ہم تکلیف کو ختم کرکے زندگی کو ایذا سے بچا سکیں۔تب مطلق مساوات قائم ہوجائے گی اور سب برابر کی سطح پر کھڑے ہوجائیں گے۔لیکن اس منصوبہ کو کیسے اور کہاں متعارف کروایا جائے۔مشکل یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی ہم ارتقاء کے طویل سلسلہ میں اس منصوبہ کو متعارف کروانے کی کوشش کریں گے ہمیں لازماً بعض لاینحل مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔افسوس کہ یا تو اس نئے منصوبہ کے اصولوں کو ابتدائے آفرینش سے متعارف کروانا ہوگا یا اسے سرے سے ترک کرنا پڑے گا۔اس قسم کی مطلق مساوات کا اطلاق خواہ کسی بھی سطح پر کیوں نہ کیا جائے،لاینحل تضادات کو جنم دے گا۔اس کے لئے ہمیں زندگی کے نقطۂ آغاز کی طرف لوٹنا ہوگا۔ہمیں حیات کی تاریخ میں بالکل وہاں لوٹ جانا ہوگا جہاں سے زندگی کی ابتداء ہوئی اور ارتقاء کی سیڑھی کو ازسرنو زینہ بہ زینہ تعمیر کرنا ہوگا۔مگر انتہائی کوشش کے باوجود ہم پہلے مرحلہ پر ہی رک جائیں گے اور ایک قدم بھی آگے بڑھنے کے قابل نہ ہوں گے کیونکہ خوشی کی مساوی تقسیم اور تکلیف کی کلیۃً عدم موجودگی ارتقاء کی قوت رفتار کو بالکل ختم کردے گی۔چنانچہ نہ تو بقا کے لئے کوئی جدوجہد ہوگی اور نہ ہی کوئی انتخاب طبعی اور بقائے اصلح کے اصولوں کا نفاذ۔اور زندگی کی خام حالت سے ترقی کی طرف ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جاسکے گا۔

زندگی کے اس مرحلہ کا تصور کیجئے جو انسانی علم کے مطابق تین بنیادی اکائیوں پر مشتمل ہے۔یعنی مرکزہ والے بیکٹیریا،بغیر مرکزہ کے بیکٹیریا اور آگ کی توانائی سے جنم لینے والے پائروبیکٹیریا۔اس فرضی نظام میں سب کو برابر میسر آنے

کی وجہ سے خوراک یا بالفاظ دیگر بقا کے لئے کوئی مقابلہ نہیں ہوگا اور نہ ہی تکلیف کا وجود ہوگا۔ نتیجۃً اس فرضی نظام میں زندگی ہمیشہ کے لئے اپنی ابتدائی خام حالت میں ساکت اور جامد رہے گی۔ انسانی تخلیق تو اس نقطۂ آغاز سے دور کی بات ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ آیا اس نظام کو منتخب کیا جائے جس کا اہم جزو دکھ ہے اور جو زندگی کے ارتقاء کے عمل کو مسلسل جاری رکھتا ہے یا تکلیف کے خوف سے اس نظام کو بکلی ترک کر دیا جائے۔ چنانچہ حتمی تجزیہ میں ''زندگی یا موت'' میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اگر حیات کی ابتدائی حالتوں میں کچھ شعور ہوتا تو حیات اس بے معنی مشقت میں زندہ رہنے کی بجائے موت کو ترجیح دیتی۔

دکھ کا تعلق سزا اور مکافات کے تصور سے بھی ہے۔ حیوانات میں ایک محدود پیمانے پر انتقام لینے کی جبلت مشاہدہ کی جا سکتی ہے۔ یہ جبلت بہت سے زمینی، بحری اور فضائی جانوروں کے رویوں میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ ہاتھی اور بھینس انتقامی جذبہ کی وجہ سے خاصے بدنام ہیں۔ حیات کی اس بتدریج ترقی پذیر خصوصیت کا تعلق لازماً قوت فیصلہ کے بتدریج ارتقاء سے ہے۔ کچھ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ یا تو جبلت کے تحت ہو سکتا ہے یا سوچ سمجھ کر۔ تاہم یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ جانوروں کے طرز عمل میں فیصلہ کی صلاحیت کیا کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ انسان کے طرز عمل میں اس صلاحیت کا بہت اہم کردار ہے۔ یہ فیصلہ عموماً انسان کا اپنا ہوتا ہے کہ آیا وہ نور اور حیات کی طرف حرکت کرے یا ظلمت اور موت کی طرف۔ اس لئے اگر انسان کو اپنے اعمال کے نتیجہ میں کوئی انعام ملے یا سزا بھگتنا پڑے تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔

بعض اوقات لوگ تکلیف تو اٹھاتے ہیں لیکن انہیں اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ خود ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ مگر قدرت میں جزا سزا کا ایک عمومی قانون کارفرما ہے جسے مکافاتِ عمل کہتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ انہیں اپنے کسی دانستہ یا نادانستہ عمل کے نتیجہ میں وجہ معلوم ہوئے بغیر یہ تکلیف اٹھانا پڑی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر غلطی کی سزا فوری طور پر نہیں ملا کرتی۔ بسا اوقات قانون شکنی پر قدرت غیر محسوس طریق پر سزا دیتی ہے۔

تاہم یہ مسئلہ اتنا آسان نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ الجھا ہوا، وسیع اور پیچیدہ ہے اور اسے بعض فرضی یا حقیقی سائنسی مثالوں کی مدد سے واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض صورتوں میں وضاحت مشکل ہو جاتی ہے۔ مثلاً بعض پیدائشی نقائص والے بچوں کے متعلق یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ انہیں کیوں تکلیف میں ڈالا گیا؟ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ان کی اپنی غلطی کی وجہ سے ہوا۔ اگر کہیں کوئی غلطی ہے تو خواہ یہ نادانستہ طور پر ہی ہو، والدین کی ہو سکتی ہے۔ اس سیاق وسباق میں لفظ ''نقص'' کو اس کے وسیع معانی میں سمجھنا چاہئے جس میں حادثاتی واقعات کے نتیجہ میں جنم لینے والی پیدائشی بیماریاں بھی شامل ہیں۔ ایسی غلطیوں کا دانستہ جرائم سے کوئی تعلق نہیں۔ کسی نقص کی وجہ کچھ بھی ہو، یہ بات یقینی ہے کہ اس نقص کے ساتھ پیدا ہونے والا معصوم بچہ بھی کسی صورت میں اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔

اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ ہر تکلیف سزا نہیں اور نہ ہی ہر خوشی جزا ہے۔ کچھ لوگ بغیر کسی وجہ کے تکلیف میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ تاہم ایسے معاملات کو بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں بالارادہ ناانصافی کا سوال نہیں بلکہ ایسی تکالیف تخلیق

کے وسیع تر منصوبہ کا ناگزیر نتیجہ ہیں اور یہ انسانی معاشرہ کے عمومی ارتقاء میں ایک بامقصد کردار ادا کرتی ہیں۔

یاد رکھیں کہ علت اور معلول اور اسی طرح جرم اور سزا، خواہ کتنے ہی مشابہ کیوں نہ دکھائی دیں، دو مختلف امور ہیں۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ جرم ہی ایک سبب ہے جس کے نتیجہ میں سزا ملتی ہے۔ لیکن یہ دعویٰ درست نہیں کہ ہر تکلیف ماضی میں سرزد ہونے والے کسی جرم کی سزا ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ تمام صحت مند بچے اپنے والدین کے کسی نیک عمل کے صلہ میں صحتمند ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی درست نہیں کہ ہر بیمار بچہ اپنے آباؤ اجداد یا اپنے والدین کے کسی نامعلوم جرم کے باعث بیمار ہے۔ صحت اور بیماری، اہلیت اور نااہلی، خوش قسمتی، پیدائشی صحت یا معذوری، اپنی ذات میں اثر انداز ہونے کے علاوہ ایک وسیع نظام میں بھی ایک فعّال کردار ادا کرنے کے لئے ضروری ہیں اور جرم اور سزا، اچھائی اور صلہ کے تصور سے نمایاں طور پر الگ ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے راحت کی طرح تکلیف بھی زندگی کے ارتقاء کی لازمی اور بنیادی شرط ہے جس کا ارتقاء کے اس سفر میں جرم وسزا کے نظریہ سے کوئی تعلق نہیں۔

تکلیف اپنے فعّال کردار کی وجہ سے ایسے مفید اثرات پیدا کرتی ہے جو اس کی موجودگی کی یاد دلاتے ہیں۔ ہمارے کردار کو سنوارنے کے لئے تکلیف ایک بہترین استاد کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ قوتِ ادراک کو ترقی دے کر اسے جلا بخشتی، فروتنی سکھاتی اور کئی طریق سے انسان کو خدا کی یاد دلاتی ہے۔ یہ تحقیق اور جستجو کو بیدار کر کے اس خواہش کو جنم دیتی ہے جو تمام ایجادات کی ماں ہے۔ اگر تکلیف کو جو انسان کی پوشیدہ قوت کا باعث ہے، دور کر دیا جائے تو ارتقاء کا پہیہ لاکھوں گنا پیچھے چلا جائے گا۔ انسان اس قدرتی منصوبہ کو تبدیل کرنے کی کوشش تو کر سکتا ہے مگر سوائے مایوسی کے اسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ چنانچہ تکلیف اور دکھ کی موجودگی کی وجہ سے خالق کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ بلکہ ان حالات میں دکھ اور تکلیف کا تو ایک تخلیقی کردار ہے اور یہ زحمت تو دراصل ہمارے لئے رحمت کا باعث ہے۔

(الہام، عقل، علم اور سچائی صفحہ 157 تا 163)

(Revelation Rationality Knowledge & Truth)

بقیہ از صفحہ 40 (موخر الذکر چاروں ٹیمیں سکھوں کی تھیں)

ٹورنامنٹ کا افتتاح محترم مولانا حیدر علی صاحب ظفر کی معیت میں سابق میئر Helmut Kinkel نے کیا۔ ٹورنامنٹ میں دو پول A اور B بنائے گئے تھے۔ ٹورنامنٹ کا فائنل میچ بارسلونا کبڈی ٹیم سپین اور سدھوا کیڈمی فرانکفرٹ کے مابین کھیلا گیا۔ یہ میچ سدھوا کیڈمی فرانکفرٹ نے 16 کے مقابلہ میں 37 نمبروں سے جیت کر تیسرا طاہر کبڈی ٹورنامنٹ جیتنے کا اعزاز حاصل کر لیا۔ شام نو بجے تقریب تقسیم انعامات ہوئی جس میں مولانا حیدر علی صاحب ظفر مشنری انچارج جرمنی نے اول، دوم آنے والی ٹیموں میں انعامات تقسیم کئے۔ اول آنے والی ٹیم کے لئے -/2500 یورو اور دوم آنے والی ٹیم کے لئے -/500 یورو کا اعلان کیا گیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کی طرف سے مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا کی کبڈی ٹیم کو ایک یادگار شیلڈ دی گئی۔ اس پروگرام میں Dietzenbach کی پارلیمنٹ کے سپیکر مع اہلیہ اور ڈی برگ کے بعض ممبرانِ پارلیمنٹ بھی تشریف لائے۔

قرآن کریم کا جادو

(کلام: ارشاد عرشی ملک)

یہ اک جادو بھری تحریر ہے
کوئی اگر پڑھ لے
تو اس دُنیا کی ہر لذت سے وہ بے زار ہو جائے
نظر میں اُس کی یہ جاہ و حشم بے کار ہو جائے
حجاب اُٹھ جائیں اُس کی آنکھ سے سب دلفریبی کے
ذرا سی دیر میں وہ صاحبِ اسرار ہو جائے
تمنا قربِ مولا کی بنا دے اُس کو دیوانہ
یہ مئے
عاقل اگر چکھ لے تو ہو جاتا ہے مستانہ
مٹا کر تشنگی یہ روح کو سیراب کرتی ہے
اور اہلِ دل کی آنکھوں کو بہت پُرآب کرتی ہے
وہ کیا عاشق ہے جو محبوب کے خط کو نہیں پڑھتا
جو راہِ عشق میں دو گام بھی آگے نہیں بڑھتا
جو تقلیدی سے مذہب پر کئی برسوں سے راضی ہے
حقائق کے معارف کے جو زینے پر نہیں چڑھتا

بہت سے ہیں
تلاوت جنکی بس اک رسم و عادت ہے
نہ تقویٰ کی طلب ہے نہ گناہوں پر ندامت ہے
عمل ہے نہ تدبر ہے، خشیت ہے نہ عبرت ہے
حدیث پاک ہے قرآن کی اُس قاری پہ لعنت ہے

یہ خط محبوب کا دل میں امنگوں کو جگاتا ہے
عجب یہ نور ہے عرشی حجابوں سے چھڑاتا ہے
خُدا کے حُسنِ بے پایاں سے یہ پردہ اُٹھاتا ہے
حقائق کی، عجائب کی نئی دُنیا دکھاتا ہے
پکڑ کر ہاتھ لے چلتا ہے مولا سے ملاتا ہے

یہ اک جادو بھری تحریر ہے کوئی اگر پڑھ لے
تو اس دُنیا کی ہر لذت سے وہ بیزار ہو جائے
نظر میں اُس کی یہ جاہ و حشم بے کار ہو جائے
منافع دُنیوی تجھے کو وہ تیار ہو جائے
حجاب اُٹھ جائیں اُس کی آنکھ سے سب دلفریبی کے
ذرا سی دیر میں وہ صاحبِ اسرار ہو جائے

☆ ☆ ☆

پیشگوئی مصلح موعود کا ایک نمایاں پہلو

''وہ دل کا حلیم ہوگا''

(مرتبہ:مکرم صفدرنذیر کولیکی صاحب)

20فروری کی پیشگوئی حضرت مصلح موعود ہمیں ہمیشہ آپ کے حسین اخلاق اور اعلیٰ کردار کی یاد دلاتی رہے گی اس پیشگوئی کا ایک حصہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔یعنی وہ دل کا حلیم ہوگا۔

اے خدا میرا دل صاف ہے

تحریک جدید کے آغاز کے وقت حضرت مصلح موعود نے بھائیوں سے صلح کرنے اور یکجان ہونے کا ارشاد فرمایا۔ اس حکم کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''جس وقت میں نے جماعت کے لئے یہ حکم تجویز کیا، اس وقت سب سے پہلے میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے خدا میرا دل صاف ہے اور مجھے کسی سے بغض وکینہ یا رنجش نہیں سوائے ان کے جن سے ناراضگی کا تو نے حکم دیا ہے لیکن اگر میرے علم کے بغیر کسی شخص کا بغض یا اس کی نفرت میرے دل کے کسی گوشہ میں ہو،تو الٰہی میں اسے اپنے دل سے نکالتا ہوں اور تجھ سے معافی اور مدد طلب کرتا ہوں۔مگر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں نے کبھی کسی شخص سے بغض نہیں رکھا بلکہ شدید دشمنوں کے متعلق بھی میرے دل میں کبھی کینہ پیدا نہیں ہوا۔ ہاں ایک قوم ہے جس کو میں مستثنیٰ کرتا ہوں اور وہ منافقین کی جماعت ہے۔مگر منافقین کا قطع کرنا یا انہیں جماعت سے نکالنا یہ میرا کام ہے تمہارا نہیں۔جس کو میں منافق قرار دوں اس کے متعلق جماعت کا فرض ہے کہ اس سے بچے لیکن جب تک میں کسی کو جماعت سے نہیں نکالتا،تمہیں ہر ایک شخص سے صلح اور محبت رکھنی چاہیئے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا چاہیئے۔'' (خطبات محمود جلد 15 صفحہ 372)

میرے دل میں بغض پیدا نہیں ہوا

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ آج تک کسی ایک شخص کا بھی میرے دل میں بغض پیدا نہیں ہوا۔ہاں ان افعال سے بغض ضرور ہوتا ہے جو سلسلہ احمدیہ اور دین (۔) کے خلاف کئے جاتے ہیں۔لیکن افعال سے بغض بغض نہیں کہلاتا بلکہ وہ اصلاح کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ہم چوری کو بے شک برا کہتے ہیں لیکن چور سے ہمیں کوئی بغض نہیں ہوتا وہ اگر چوری چھوڑ دے

تو ہم ہر وقت اس سے صلح کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔پس اصلاح محبت کے جذبات کے ماتحت کرنی چاہیئے لیکن میں نے دیکھا کہ بعض لوگ محض دوسرے کو نقصان پہنچانے کی خواہش میں دوسرے کی شکایت کر دیتے ہیں۔ان کے مدنظر یہ نہیں ہوتا کہ اس کی اصلاح ہو جائے بلکہ یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح اسے نقصان پہنچے۔ایسے لوگ جب میرے پاس کسی کے متعلق شکایت کرتے ہیں اور میں محبت اور پیار سے اسے سمجھاتا ہوں اور وہ سمجھ جاتا ہے تو شکایت کرنے والے کہنے لگ جاتے ہیں بھلا اصلاح کس طرح ہو ہم نے فلاں کی شکایت خلیفۃ المسیح تک بھی پہنچائی مگر انہوں نے کچھ نہ کیا۔گویا ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس کی شکایت کی جائے اس کے خلاف ضرور کوئی قدم اٹھایا جائے حالانکہ یہ اصلاح کا آخری طریق ہے اس سے پہلے ہمیں محبت اور پیار سے دوسروں کو سمجھانا چاہیئے اور اگر وہ سمجھ جائیں تو ہمیں خوش ہونا چاہیئے کہ ہمارے ایک بھائی کی اصلاح ہو گئی۔''

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 240)

جہاں تک ہو سکے الفاظ نرم استعمال کرنے چاہئیں

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''میں دوستوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ جو مضمون بھی لکھیں نرمی اور محبت سے لکھیں۔یہ صحیح ہے کہ جہاں کوئی تلخ مضمون آئے گا اس کی کچھ نہ کچھ تلخی تو باقی رہے گی۔لیکن جہاں تک ہو سکے الفاظ نرم استعمال کرنے چاہئیں..... میں مانتا ہوں کہ پیغامیوں کی طرف سے ہمیشہ سختی کی جاتی ہے۔اس لئے بعض دوست جواب میں سختی سے کام لیتے ہیں۔مگر مجھے یہ طریق سخت ناپسند ہے۔میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ شدید سے شدید دشمن کے متعلق بھی سخت کلامی مجھے پسند نہیں۔میرے نزدیک مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے اشد ترین دشمن ہیں۔مگر میں نے کئی بار دل میں غور کیا ہے۔ان کے متعلق بھی اپنے دل میں کبھی بغض نہیں پایا۔اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی دشمن کے متعلق دل میں بغض رکھا جائے تو اس سے (دین) کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے..... ہر شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔اگر کسی کو سزا دینی ہو تو اس نے، اگر کسی کو بخشنا ہو تو اس نے، میں کیوں اپنے دل میں بغض رکھ کر اسے سیاہ کروں۔پس دل میں بغض اور کینہ رکھ کر کام نہ کرو بلکہ محبت و اخلاص رکھ کر کرو۔''

(الفضل یکم مئی 1940ء)

ہم ہر ایک کے خیر خواہ ہیں

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''میں اپنی طرف سے دنیا کو صلح کا پیغام دیتا ہوں میں انگلستان کو دعوت دیتا ہوں کہ آؤ! اور ہندوستان سے صلح کر لو

اور میں ہندوستان کو دعوت دیتا ہوں کہ جاؤ! اور انگلستان سے صلح کرلو اور میں ہندستان کی ہر قوم کو دعوت دیتا ہوں اور پورے ادب و احترام کے ساتھ دعوت دیتا ہوں بلکہ لجاجت اور خوشامد سے ہر ایک کو دعوت دیتا ہوں کہ آپس میں صلح کرلو اور میں ہر قوم کو یقین دلاتا ہوں کہ جہاں تک دنیوی تعاون کا تعلق ہے ہم ان کی باہمی صلح اور محبت کے لئے تعاون کرنے کو تیار ہیں اور میں دنیا کی ہر قوم کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ ہم کسی کے دشمن نہیں۔ ہم کانگرس کے بھی دشمن نہیں، ہم ہندو مہا سبھا والوں کے بھی دشمن نہیں مسلم لیگ والوں کے بھی دشمن نہیں اور زمیندارہ لیگ والوں کے بھی دشمن نہیں اور خاکساروں کے بھی دشمن نہیں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم تو احراریوں کے بھی دشمن نہیں۔ ہم ہر ایک کے خیر خواہ ہیں اور ہم صرف ان کی ان باتوں کو برا مانتے ہیں جو دین میں دخل اندازی کرنے والی ہوتی ہیں۔ ورنہ ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں اور ہم سب سے کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو کہ ہم خدا تعالیٰ کی اس مخلوق کی خدمت کریں۔ ساری دنیا سیاسیات میں الجھی ہوئی ہے۔ اگر ہم چند لوگ اس سے علیحدہ رہیں اور مذہب .....کا کام کریں تو دنیا کا کیا نقصان ہوجائے گا۔" (الفضل 17 جنوری 1945ء)

خدا کے فضل سے میری عقل میرے جذبات پر غالب رہی ہے

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

"میری ساری عمر میں میرا نقطہ نگاہ یہ کبھی نہیں ہوا کہ میں غیر معمولی جوش دکھاؤں یا غیر معمولی طور پر اپنے آپ کو جوشوں کے حوالے کردوں۔ ساری عمر میں مجھے ایک واقعہ یاد ہے اور وہ خلافت سے پہلے کا ہے اس میں کچھ میری عمر کا بھی تقاضا تھا مگر بہرحال ساری عمر میں مجھے وہی واقعہ یاد ہے جس کے متعلق اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس وقت میرے فیصلے کا توازن باقی نہیں رہا تھا اور اگر ایک ساعت اور ایک لحظہ کے اندر اندر میری غلطی مجھ پر واضح نہ ہوجاتی تو شاید مجھ سے کوئی ایسی حرکت ہو جاتی جس کے متعلق بعد میں مجھے شرمندگی محسوس ہوتی اور میں خیال کرتا کہ میں نے جلد بازی سے کام لیا اس واقعہ کے علاوہ مجھے اپنی ساری زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا جب میرے ہوش و حواس کھوئے گئے ہوں، جبکہ غصہ یا غیرت نے میری عقل کو کمزور کر دیا ہو اور جبکہ میری قوت فیصلہ میں کسی وجہ سے ضعف آ گیا ہو بلکہ ہر حالت میں خواہ وہ خطرناک ہو یا معمولی، خواہ حکومت سے تعلق رکھنے والی ہو یا رعایا سے، ہمیشہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری عقل میرے جذبات پر غالب رہی ہے اور میری دینی سمجھ میرے جوشوں کی راہنمائی کرتی رہی ہے۔" (خطبات محمود جلد 15 صفحہ 375)

مخالفین کے لئے دعائے مغفرت

1932ء میں محترم خواجہ کمال الدین صاحب کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنی تقریر میں خواجہ صاحب

مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے فرمایا:

''اگرچہ خواجہ صاحب نے میری بہت مخالفتیں کیں لیکن انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے وقت خدمات بھی کی ہیں اس وجہ سے ان کی موت کی خبر سنتے ہی میں نے کہہ دیا کہ انہوں نے میری جتنی مخالفت کی وہ میں نے سب معاف کی۔ خدا تعالیٰ بھی ان کو معاف کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن بندوں کو خدا تعالیٰ کھینچ کر اپنے مامورین کے پاس لاتا ہے ان میں ہو سکتا ہے کہ غلطیاں بھی ہوں لیکن خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ ہمیں ان خوبیوں کی قدر کرنی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں خلافت کا انکار بڑی خطا ہے خدا تعالیٰ نے اسے بڑا گناہ قرار دیا ہے مگر ہمارا جہاں تک تعلق ہے۔ ہمیں معاف کرنا چاہئے خدا تعالیٰ کے نزدیک اگر ایسے شخص کی نیکیاں بڑھی ہوئی ہوں گی۔ تو وہ اس سے بہتر سلوک کرے گا۔'' (خطبات محمود جلد 15 صفحہ 372)

میں نے آج تک کسی سے عداوت نہیں کی

31/اگست 1924ء کو کابل میں حضرت مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کو شہید کر دیا گیا اس وقت حضرت مصلح موعود لندن میں تھے۔ آپ نے اس موقع پر ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''باوجود اس کے لمبے عرصہ ظلم کے میں اپنے دل میں افغان گورنمنٹ اور اس کے حکام کے خلاف جذبات نفرت نہیں پاتا۔ اس کے فعل کو نہایت بُرا سمجھتا ہوں۔ مگر میں اس سے ہمدردی رکھتا ہوں اور وہ میری ہمدردی کی محتاج ہے اگر کوئی شخص یا اشخاص اخلاقی طور پر اس حد تک گر جائیں کہ ان کے دل میں رحم اور شفقت کے طبعی جذبات بھی باقی نہ رہیں۔ تو وہ یقیناً ..... ہماری ہمدردی کے زیادہ محتاج ہیں۔ میں نے آج تک کسی سے عداوت نہیں کی اور میں اپنے آپ کو اس واقعہ کی بناء پر خراب کرنا نہیں چاہتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے سچے متبع بھی اس طریق کو اختیار کریں گے.....''

''میں جانتا ہوں کہ ظلم نہ ظلم سے مٹتے ہیں اور نہ عداوت سے۔ بس میں نہ ظلم کا مشورہ دوں گا اور نہ عداوت کے جذبات کو اپنے دل میں جگہ دوں گا۔.....'' (الفضل 25 اکتوبر 1924ء)

حسن سلوک گالیاں دینے والوں کے ساتھ

ایک دفعہ ایک سخت مخالف غیر از جماعت دوست کسی کام کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعود سے ملنے کے لئے ربوہ آئے۔ ان کی حضرت ام ناصر صاحبہ سے قریبی رشتہ داری بھی تھی اس لئے سیدھے وہاں پہنچے اور پیغام بھجوایا کہ میں نے حضرت صاحب سے ملنا ہے مجھے وقت لے دیں۔ مگر انہوں نے غیرت کی وجہ سے جواب دیا۔

یوں تو آپ میرے خاوند کو گالیاں دیتے ہیں مگر جب کام ہوتا ہے تو سفارش کروانے آجاتے ہیں۔ میں نہ صرف یہ

کہ پیغام نہ دوں گی بلکہ آپ سے ملنا بھی پسند نہیں کرتی۔''

وہ صاحب ادھر سے مایوس ہوکر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری گئے اور وہاں سے کوشش کر کے ملاقات کا وقت لے لیا۔ کچھ دیر بعد حضور حضرت ام ناصر صاحبہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ انہی صاحب کے لئے اکرام ضیف کے طور پر ایک دو ڈش مزید تیار کر دو۔ وہ کھانا میرے ساتھ کھائیں گے۔

حضرت ام ناصر صاحبہ نے ان کا پیغام اور اپنا جواب بتایا تو حضور نے فرمایا تم نے تو اپنی غیرت کا اظہار کر دیا ہے مگر اب وہ میرے مہمان ہیں اور رسول اللہؐ نے مہمان کی بڑی عزت رکھی ہے۔ وہ گالیاں دے کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور میں نے سنت رسولؐ پر چل کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے۔''

(ماہنامہ خالد فروری 1987ء صفحہ 56)

اعلیٰ اخلاق

10 رفروری 1925ء کو افغانستان میں قاری نور علی صاحب اور مولوی عبدالحکیم صاحب کو سنگسار کر دیا گیا۔ ان کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود نے فرمایا:

''مجھے جس وقت گورنمنٹ کابل کی اس ظالمانہ اور اخلاق سے بعید حرکت کی خبر ملی۔ میں اسی وقت بیت الدعا میں گیا اور دعا کی کہ الٰہی تو ان پر رحم کر اور ان کو ہدایت دے اور ان کی آنکھیں کھول۔ تا وہ صداقت اور راستی کو شناخت کر کے..... اخلاق کو سیکھیں اور انسانیت سے گری ہوئی حرکات سے وہ باز آ جائیں میرے دل میں بجائے جوش اور غضب کے بار بار اس امر کا خیال آتا تھا کہ ایسی حرکت ان کی حد درجہ کی بیوقوفی ہے۔ امیر اور اس کے اردگرد بیٹھنے والے گزشتہ تاریخ تو جانتے ہوں گے اور تاریخی حالات اس میں انہوں نے پڑھے ہوں گے اگر اس سے بے خبر ہیں تو کم از کم مسلمان کہلانے کی حیثیت سے وہ قرآن تو پڑھتے ہوں گے اور ان حالات کو بھی پڑھتے ہوں گے کہ ظالموں نے اپنے ظلموں سے صادقوں اور راستبازوں کو ذلیل کرنا چاہا اور صداقت اور راستی کے مٹانے کے لئے سر سے پاؤں تک زور مارا۔

مگر آخر کار مٹائے جانے والے وہی ہوئے جو کہ ظالم تھے۔ انہوں نے اس قرآن میں پڑھا ہوگا کہ ظالموں نے راستبازوں کی جماعت کو حقیر اور کمزور سمجھا اور اپنی قوت اور طاقت کے گھمنڈ میں ان کو ہر طرح دکھ دینے کی کوشش کی۔ لیکن خدا نے ان کو یہی جواب دیا کہ تم کیا طاقت رکھتے ہو تم سے پہلے تم سے زیادہ طاقتیں رکھنے والی قومیں گزری ہیں جنہوں نے خدا کے راستبازوں کو نابود کرنا چاہا اور جو صداقت وہ لائے اس کو دنیا سے مٹانا چاہا..... مگر باوجود اس کے وہ راستبازوں کا وجود دنیا سے مٹا نہ سکے اور صداقت دنیا میں پھیل کر رہی.....

اس لئے ان تجربات اور واقعات کی بناء پر اس تقریر کے ذریعہ میں آئندہ آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ طاقت اور قوت کے زمانہ میں اخلاق کو ہاتھ سے نہ دیں کیونکہ اخلاق اصل وہی ہیں جو قوت اور طاقت کے وقت ظاہر ہوں۔ ضعیفی اور ناتوانی کی حالت میں اخلاق اتنی قدر نہیں رکھتے جتنی کہ وہ اخلاق قدر رکھتے ہیں جب کہ انسان برسر حکومت ہو۔

اس لئے میں آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ ان کو ہماری ان حقیر خدمات کے بدلے میں حکومت اور بادشاہت عطا کرے گا تو وہ ان ظالموں کے ظلموں کی طرف توجہ نہ کریں جس طرح ہم اب برداشت کر رہے ہیں وہ بھی برداشت سے کام لیں اور وہ اخلاق دکھانے میں ہم سے پیچھے نہ رہیں بلکہ ہم سے بھی آگے بڑھیں۔''

(الفضل 19 فروری 1925ء)

غیروں کی زبانی اقرار

قادیان میں ایک صاحب ڈاکٹر کور بخش سنگھ تھے۔ وہ جماعت سے عناد رکھتے تھے اور سلسلہ کی برملا مخالفت کیا کرتے تھے بلکہ سرخیل معاندین تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ

''میری بھانجی ایف۔ اے میں تعلیم پاتی تھی اور اس نے فلاسفی کا مضمون لیا ہوا تھا۔ اس مضمون میں وہ کمزور تھی قادیان میں سوائے احمدیہ جماعت کے افراد کے اور کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مکرم عبدالسلام صاحب اختر فلاسفی میں ایم۔ اے ہیں۔ میرے ان کے والد ماسٹر علی محمد صاحب بی اے بی ٹی سے اچھے مراسم تھے۔ چنانچہ میں ان کے پاس حاضر ہوا اور اپنی بھانجی کے لئے عبدالسلام صاحب کو ٹیوشن پڑھانے کی اجازت دینے کی درخواست کی۔ ماسٹر صاحب فرمانے لگے میرا بیٹا عبدالسلام واقف زندگی ہے اور اس کے وقت کا ایک ایک منٹ حضرت صاحب کے تحت حکم ہے۔ اگر حضرت صاحب اجازت دے دیں تو وہ بخوشی یہ خدمت بجالا سکتا ہے۔ ان دنوں میں نے حضرت صاحب اور جماعت کے خلاف کچھ مقدمات کئے ہوئے تھے اور میرے تعلقات حضور کے ساتھ کشیدہ تھے۔ لہٰذا میں حضرت صاحب کی خدمت میں مکرم عبدالسلام صاحب کو اجازت دینے کے لئے کہنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن جب پڑھانے کا کوئی اور انتظام نہ ہو سکا تو مجبوراً میں نے حضور کی خدمت میں اپنی غرض کے لئے ایک رقعہ لکھا۔ حضور نے اس پر بخوشی عبدالسلام صاحب کو جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مکرم عبدالسلام صاحب کئی ماہ تک میری بھانجی کو پڑھاتے رہے۔ میں نے ان کو ٹیوشن فیس دینا چاہی لیکن انہوں نے کہا کہ میں حضرت صاحب کے حکم کے ماتحت بطور ڈیوٹی پڑھا رہا ہوں۔ اس کا معاوضہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ نتیجہ نکلنے پر یہ لڑکی بہت اچھے نمبروں میں پاس ہوئی اور میں ایک تھال میں مٹھائی اور مبلغ دس روپے لے کر عبدالسلام صاحب کے

گھر پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ مٹھائی اور روپے نہیں لے سکتا۔ اگر آپ چاہیں تو حضرت صاحب کے پاس لے جائیں۔ میں نے وہ مٹھائی حضور کی خدمت میں بھجوائی۔ حضور نے بچی کو مبارکباد دی اور فرمایا کہ آپ ہمارے پڑوسی ہیں۔ میں نے جو بچی کی پڑھائی کا انتظام کیا ہے وہ کسی معاوضے کے لئے نہیں تھا۔ حضور نے مٹھائی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ذریعہ تقسیم کرادی اور رقم مجھے واپس کردی۔'' (مجلۃ الجامعہ مصلح موعود نمبر صفحہ 151)

(2) امیر امان اللہ شاہ افغانستان جس کے عہد میں کئی احمدی شہید کئے گئے 1927ء میں ہندوستان کے دورہ پر آیا۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ کی طرف سے خیر مقدمی پیغام بھیجا گیا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب نے تحریر فرمایا:

جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کی طرف سے میں ہز میجسٹی امیر کابل کی خدمت میں ان کے سرزمین ہند میں (جو کہ جماعت احمدیہ کے مقدس امام کی جائے پیدائش ہے) ورود کے موقع پر نہایت خلوص سے خیر مقدم کہتا ہوں۔

''ہم ہز میجسٹی کی وفادار احمدی رعایا افغانستان کے ساتھ اس دعا میں متحد ہیں کہ ہز میجسٹی کا سفر یورپ نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام پائے اور آپ اپنی مملکت میں سالماً خاتماً واپس تشریف لائیں۔

بہ سفر رفتنت مبارک باد بسلامت روی و باز آئی''

شیر علی سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ قادیان

(الفضل 16 دسمبر 1927ء)

اس کا ذکر کرتے ہوئے اخبار انقلاب لاہور نے لکھا۔

''ہمیں یہ معلوم کرکے بے انتہا مسرت ہوئی کہ جماعت احمدیہ قادیان کے امام صاحب نے اعلیٰ حضرت شہریار غازی افغانستان کے ورود ہند پر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں خیر مقدم کا محبت آمیز پیغام بھیج کر اپنی فراخدلی کا ثبوت دیا ہے اور قادیان کے جرائد نے اس پیغام کو نہایت نمایاں طور پر شائع کیا ہے۔

آج سے کچھ مدت پیشتر دو تین احمدیوں کے رجم پر جماعت احمدیہ اعلیٰ حضرت شہریار افغانستان کی حکومت کی سخت مخالف ہوگئی تھی اور ان دنوں میں امام جماعت اور جرائد قادیان نے نہایت تلخ لہجے میں حکومت افغانستان کے خلاف احتجاج کیا تھا.....

یہ نہایت قابل تعریف بات ہے کہ امام جماعت احمدیہ نے اس ہنگامی وجہ اختلاف کو فراموش کرکے مہمان محترم کا خیر مقدم کیا۔ اس طرز عمل کا اثر ایک طرف عام مسلمانان ہند پر بہت اچھا ہوگا۔ دوسری طرف افغانستان میں رہنے والے احمدیوں کے تعلقات اپنے بادشاہ اور اس کی حکومت کے ساتھ زیادہ خوشگوار ہو جائیں گے۔.....''

(الفضل 23/دسمبر 1927ء)

(3) ایک شخص تھا فخر الدین ملتانی' ایک فتنہ کا بانی مبانی۔ اس نے اپنی زبان سے، قلم سے حضرت محمود اور آپ کے اہل خانہ کے خلاف انتہائی سب وشتم اور بہتان طرازی سے کام لیا۔ اس کی اشتعال انگیزی حد سے بڑھی ہوئی تھی اور اس کا دل حضرت مسیح موعود کے خاندان اور حضرت مصلح موعود کے لئے بغض وعناد سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن جب وہ فوت ہوگیا تو اس کی بیوی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی مالی تنگی اور سامان خورد ونوش سے تہی دستی کا ذکر کرتے ہوئے امداد کی درخواست کی۔ باوجود اس کے کہ فخر الدین ملتانی اور اس کے ساتھیوں کے فعل سے احمدیوں اور حضور کے دل زخمی تھے اور اس کا پیدا کردہ فتنہ جاری تھا مگر یہ مجسم حلم وجود۔ شفقت ورأفت کا پیکر اس کنبے کی زبوں حالی پر درد سے بھر گیا اور ہمدردی خلق کا چشمہ آپ کے دل میں موجزن ہوا اور آپ نے ان کے لئے سامان خورونوش فراہم کرنے کا انتظام کیا جبکہ فخر الدین کے نام نہاد دوست اس کی کوئی بھی مالی مدد نہ کر سکے۔

حضور نے اعلان فرمایا تھا کہ آپ سوائے اپنے رشتہ داروں یا واقفین کے دوسرے احباب جماعت کے نکاحوں کا اعلان کرنے کی فرصت نہ نکال سکیں گے لیکن جب فخر الدین ملتانی کے لڑکے نے کہا کہ اگر اس کی ہمشیرہ کا نکاح خود حضور پڑھانا منظور فرماویں تو تب ہی اس کا رشتہ احمدیوں میں ہوسکتا ہے ورنہ کوئی احمدی اس کا رشتہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا تو آپ نے یہ درخواست قبول کرتے ہوئے فخر الدین کی لڑکی کے نکاح کا اعلان خود فرمایا۔ (مجلۃ الجامعہ مصلح موعود نمبر صفحہ 154)

(4) جماعت احمدیہ کے ایک دیرینہ معاند اور ایک بہت بڑے اخبار نویس بیمار ہوکر مری میں صاحب فراش تھے۔ وہ فالج کی بیماری میں مبتلا تھے اور نہایت کسمپرسی کے عالم میں اپنی زندگی کے آخری دن گزار رہے تھے۔ حضرت مصلح موعود کو علم ہوا۔ تو آپ برداشت نہ کر سکے اور ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب کو بغرض علاج بھجوایا اور ادویہ کے لئے اپنی جیب سے رقم مرحمت فرمائی۔ اس سلسلہ میں جناب عبدالحکیم صاحب عامر کا بیان ہے کہ

''ایک سال پیشتر جب آغا صاحب (شورش کاشمیری صاحب مدیر چٹان۔ ناقل) سخت علیل تھے قادیانیوں کے روحانی پیشوا (مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) نے ایک پیغام کے ذریعے آپ کو غیر ملکی دوائیوں کی پیشکش کی..... مولانا ظفر علی خان کی علالت کے دنوں میں جبکہ وہ مری میں مقیم تھے، قادیانیوں کے روحانی پیشوا سے مولانا کو بھی اس قسم کی پیشکش کی گئی تھی۔''

(نوائے وقت 30/اکتوبر 1975ء)

امتحان بسلسلہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی۔ مارچ 2008ء:

از کتاب ''منصب خلافت'' (حضرت مصلح موعود)

(مرسلہ: قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان)

......ماموریم خدمت را

اخلاص و وفا، خدمتِ خلق اور قربانیوں کے عالمگیر نظارے

(مرتبہ: ابن کریم)

آسمانی رہنمائی بھی عجب چیز ہے لحہ بہ لحہ نئی سے نئی چیز سامنے آتی رہتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے نئی سے نئی منازل اور ترقیات کی ترغیبات دی جاتی ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے ان منازل اور ترقیات کے حصول کے لئے عشاق دیوانہ وار آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جو اس آسمانی آواز کی طرف دھیان دیتے ہیں اور قربانیاں کرتے چلے جاتے ہیں ان کے اموال اور نفوس میں حیرت انگیز ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ جماعت احمدیہ ایسی قربانیاں کرنے والی جماعت کی جیتی جاگتی مثال ہے۔ جس میں امیر و غریب اپنی اپنی بساط کے مطابق قربانی کرتے ہیں۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے ایک ضعیف بزرگ کو مبلغ پندرہ روپے چندہ دیتے دیکھا ہے دس روپے چندہ عام اور پانچ روپے کسی اور مد میں۔ اور سیکرٹری صاحب مال شکریہ کے ساتھ اس کو رسید دے رہے تھے اور جن کو خدا نے وسعت دی ہے وہ تو یہاں تک غریبوں کی ہمدردی میں نظام جماعت اور حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں نذرانے پیش کرتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے میں جب بھی اس واقعے کو ذہن میں لاتا ہوں تو رشک سے جسم پر جھرجھری سی آجاتی ہے۔ ابھی حالیہ خطبات میں سیدنا حضرت خلیفہ خامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک نہایت مخلص خاتون کا واقعہ بیان فرمایا جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ ایک مخلص خاتون لاکھوں روپے کے قیمتی زیورات حضور انور کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی اس کے چہرے پر پریشانی کے اثرات نمایاں تھے حضور انور نے دریافت فرمایا پریشان اور گھبرائی ہوئی کیوں ہیں؟ اس خاتون نے عرض کیا میں اس لئے پریشان ہوں کہ کہیں حضور انور زیورات واپس نہ کر دیں اللہ اللہ کیا عاجزی اور انکساری کا مقام ہے اور قرآن کریم حضرت ابراہیمؑ کے تذکرہ میں انہی کیفیات کو کچھ اس طرح بیان فرماتا ہے کہ مومن تمام قسم کی قربانیوں اور خدا کے احکامات کی اطاعت کے بعد نہایت عاجزی اور انکساری سے خدا کے حضور یہ عرض کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے یہ خدمات یہ قربانیاں قبول فرمائے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ہر جہت اور مقام پر قربانیوں کی لافانی داستان رقم کرتی چلی جا رہی ہے جو بلا شبہ اس آسمانی رہنمائی اور ہدایت ہی کے طفیل ہے یہ آسمانی روحانی بارش کی برکت ہی ہے کہ جس کے ذریعے نئی سے نئی روئیدگی ظاہر ہوتی چلی جارہی ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں نئی روحانی فصلیں اور کونپلیں تیار ہو رہی ہیں۔ اب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا 13/10/07 عید الفطر کا تاریخی خطاب ذہن میں لائیں غریبوں کی فلاح و بہبود کے کیسے حیرت انگیز نمونے

آپ نے اس میں بیان فرمائے ہیں۔ دوسری طرف بعض اخباری رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں 80 کروڑ لوگ بھوک اور افلاس کی مصیبتوں سے دوچار ہیں ہمارے ہاں احمدیوں میں چونکہ نظامِ جماعت اور مخلصین احمدیت بنی نوع انسان کی خدمات میں کوشاں رہتے ہیں۔ اس لئے ہمارے ہاں اس طرح کی تکلیف دہ مثالیں بالعموم نہیں ہوتیں۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں اپنے علاقے میں بعض ساتھیوں کے ساتھ دعوت الی اللہ کے لئے گیا قائد آباد کے قریب ایک معروف ڈاکٹر صاحب کے پاس بعض زمینداروں کا مجمع لگا ہوا تھا۔ ربوہ کا تعارف ہوا تو ایک زمیندار نے بھری مجلس میں ربوہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے احمدیوں کے اخلاق کی تعریف کی کہ ''میں نے ربوہ دیکھا ہوا ہے وہاں اپنے ایک دوست کے ہاں رہا بھی ہوا ہوں میں یہ بات اعلانیہ کہتا ہوں کہ ربوہ کا نظام صحیح دینی نظام ہے۔ کوئی احمدی کتنا بھی کمزور اور غریب ہو اسے کوئی فکر نہیں ہوتی۔''

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے بچوں کو اپنی عیدی میں سے قربانی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ دراصل یہ وہ حقیقی اور زندہ روح ہے جس کے ذریعہ سوچ تبدیل کی جاتی ہے جس قوم کے بچوں کے ذہن میں یہ ڈال دیا جائے کہ تم نے دوسروں کی خاطر قربانی کرنی ہے۔ دوسروں کی جان بچانے کے لئے تم نے اپنی جان خطرے میں ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرنا۔ سوچ کا معیار اتنا بلند کر دیا گیا کہ ان کو دوسری لذتوں کی احتیاج ہی باقی نہیں رہی۔ لیکن جہاں نظر ہی دنیا پر ہو اور مقصود بالذات ہی دنیا بن جائے وہاں پھر نفسانفسی کی دوڑ لگ جایا کرتی ہے۔ 23/10/07 کا اخبار دیکھ لیں بھوک کی وجہ سے ماں نے دو چھوٹے بچوں کو زہر پلایا جب وہ مر گئے تو پھر خود بھی بقیہ زہر پی لیا۔ آئے روز عورتیں بچوں سمیت نہر میں کودتی ہیں یا ٹرینوں کے نیچے آ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتی ہیں مگر سب سے بڑھ کر المیہ یہ ہے کہ ان کی رہنمائی کرنے والے خود ہوس پرستی اور نفس پرستی کی آگ میں جل رہے ہیں اب 17/10/07 اخبار جنگ کی ایک خبر ملاحظہ ہو۔

ایک مولوی صاحب نے غریب دیہاتیوں سے مطالبہ کیا کہ مجھے 10,000 روپے عیدی دو گے تو نمازِ عید پڑھاؤں گا غریب دیہاتی بے چارے سارا دن کوششیں کرتے رہے اب یہ تو عام سی بات ہے غریب آدمی اپنی سال چھ مہینے کی جمع پونجی عید کے موقع پر اپنے بیوی بچوں اور عزیز و اقارب کے کپڑوں جوتوں اور دیگر اشیاء کی خرید و فروخت پر لگا دیتا ہے کوئی ایسی رقم نہیں بچتی کہ کسی اور غرض کے لئے بچا چھوڑے اور پھر دیہاتی بے چارے جو ویسے ہی چھ چھ ماہ کی فصل کے پکنے کا انتظار کرتے ہیں پھر جا کر ان کی مشکلات بمشکل پوری ہوتیں ہیں اوپر سے مولوی صاحب کی فرمائش کہ مجھے -/10,000 روپے دو گے تو عید پڑھاؤں گا۔ ابھی خبر سے آگے قیامت کی خبر کچھ اس طرح ہے کہ سارا دن کوشش کے باوجود غریب دیہاتی مولوی کی مطلوبہ رقم پوری نہ کر سکے تو مولوی نے عید پڑھانے سے انکار کر دیا سہ پہر کے تین بج گئے اسی کشمکش میں بالآخر بے چارے دیہاتیوں نے کسی اور مولوی کا بمشکل انتظام کیا تو وہ عید جو علی الصبح سات آٹھ یا حد نو بجے ہو جاتی ہے شام تین بجے ہوئی۔

اب جہاں یہ صورتحال ہو وہاں غریبوں نے تو خودکشیاں ہی کرنی ہیں کوئی پوچھنے والا جو نہیں ہے کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ مگر وہ لوگ جو آسمانی ہدایت کے تابع اور ایک نظام کی لڑیوں میں پروئے ہوئے ہوتے ہیں انہیں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی تلقین کی جاتی ہے اور وہ فانی دنیا سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

دراصل اس میں بھی مطمع نظر کا تذکرہ ہے اور اسی وجہ سے وہ ان مصیبتوں اور دکھوں سے بچے ہوتے ہیں۔ اب دیکھ لیں حضور انور نے جس طرح مثال دی ہے کہ والیٹیر زبعض دفعہ کرائے وغیرہ بھی اپنی جیب سے ادا کرتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ رقم غریبوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کے لئے میسر آسکے اور فرمایا کہ بہت تکلیفیں بنی نوع انسان کی فلاح کے لئے ان والیٹیر زکو اٹھانا پڑتی ہیں بعض دفعہ جان کو بھی داؤ پر لگانا پڑتا ہے اور پھر ایسی حالتوں اور تکلیفوں میں گزر کر خوشی محسوس کرتے ہیں اور حقیقی عید کا مزہ لوٹتے ہیں اور ان راہوں پر دیوانہ وار بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

اور اس حقیقت سے بھی کسی صورت اور اغماض نہیں برتا جاسکتا کہ یہ سب کچھ ان فانی فی اللہ وجودوں کی دعاؤں اور توجہ کی برکت سے ہوتا ہے اور انقلابات کی داغ بیلیں ڈال دی جاتی ہیں۔ عشاق ان راہوں کو اخلاص اور محبت سے دیوانہ وار اختیار کرتے چلے ہیں اور پھر خلفاء ان عشاق کی قربانیوں کو کس طرح محبت کی نظر سے دیکھتے ہوئے خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

کوئی احمدیوں کے امام سے بڑھ دنیا میں کیا غنی ہوگا
سچے دل اس کی دولت ہیں اخلاص اس کا سرمایہ ہے

امسال حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے چھوٹے بچوں کو برگروں اور آئس کریموں وغیرہ سے بچت کر کے بنی نوع انسان کی بھلائی کے منصوبوں میں رقوم پیش کرنے کی یوں تحریک فرمائی:

''حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ ایمانی حالت کی بہتری کے لئے قربانی کی ضرورت ہے۔ تو اپنے بچوں میں بھی قربانی کی عادت ڈالیں تاکہ جب وہ بڑے ہوں تو ان کی خواہشات کی جو ترجیحات ہیں ان میں اللہ کی خاطر مالی قربانی سب سے اول نمبر پر ہو..... جو لوگ بچوں کو بھی جیب خرچ دیتے ہیں تو ان کو اس میں سے چندہ دینے کی عادت ڈالیں عیدی وغیرہ میں سے چندہ دینے کی عادت ڈالیں ان مغربی ممالک میں میں نے اندازہ لگایا ہے جیسا کہ پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں کہ بازار سے برگر وغیرہ جو ہیں اور بڑے شوق سے کھائے جاتے ہیں۔ ضرورت نہیں ہے اگر مہینے میں صرف دو دفعہ بچا کر وقفِ جدید کے بچوں کے چندے میں دیں تو اسی سے وصولی میں 25 سے 30 فیصد تک اضافہ ہوسکتا ہے۔''

مزید فرمایا:

''جماعت میں اکثریت ان غریب لوگوں کی ہے جو بڑی قربانی کرتے ہوئے چندے دیتے ہیں اس لئے ہر سطح پر نظام جماعت کو اخراجات کے بارے میں احتیاط کرنی چاہئے کہ ہر پیسہ جو خرچ ہو کر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ ہو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی پر خرچ ہو۔ جب تک ہم اس روح کے ساتھ اپنے اخراجات کرتے رہیں گے ہمارے کاموں میں اللہ تعالیٰ بے انتہا برکت ڈالتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابھی تک جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک ہے کہ جہاں کسی کام پر دوسروں کا ایک ہزار خرچ ہو رہا ہو وہاں جماعت کو ایک سو خرچ کر کے وہ مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ 12 جنوری 2007ء بحوالہ روزنامہ الفضل 6 مارچ 2007ء)

اس دور میں مالی قربانی کے علاوہ وقت اور عزت نفس کی قربانی بھی جماعت احمدیہ کا طرۂ امتیاز ہے اس حوالہ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جیسا کہ میرا عموماً طریق ہے جلسہ کے بعد خطبہ میں شکر کے مضمون کے تحت کارکنوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اس لئے آج میں تمام ناظمین، منتظمین اور معاونین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ سب نے بڑی محنت سے اور بہت اچھا کام کیا ہے مختلف شعبہ جات میں مختلف طبقات کے والنٹیرز تھے۔ کھانا پکانا، کھانا کھلانا، کھانے کو مختلف قیام گاہوں میں پہنچانا، ٹرانسپورٹ کا انتظام اور اسی طرح صفائی کا انتظام، رہائش کا انتظام بے انتہا انتظامات میں ان میں مختلف والنٹیرز تھے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی بساط کے مطابق بہت اچھا کام کیا ہے اور موسمی شدت یا روک ان کے کام میں روک نہیں بن سکی۔ ہر ایک نے بغیر کسی عذر اور نخرے کے ہر قسم کا کام کیا ہے۔ یہاں کے پیدائشی جن کے بارہ میں بعض کے ماں باپ کو فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ پتہ نہیں جماعت سے اعلیٰ معیاری وابستگی رکھیں گے یا نہیں، بڑے پڑھے لکھے لوگ بھی ہیں ان سب نے بڑا اچھا مظاہرہ کیا۔ تمام معاونین نے مزدوروں سے بھی بڑھ کر کام کیا۔ بعض کو شاید اتنے شدید کیچڑ میں کام کرنے کے لئے بھی جانا پڑا اور پھر کاروں کو اس کیچڑ میں سے نکالنا بھی پڑا تھا اور جب کاروں کے پہیوں سے کیچڑ اڑتا تھا تو کیچڑ کی بوچھاڑ ہو رہی ہوتی تھی۔ اور پیچھے دھکا لگانے والے کارکنوں کا کیچڑ کی وجہ سے حلیہ بگڑ جاتا تھا لیکن روزانہ رات ڈیڑھ دو بجے تک یہ والنٹیرز اللہ کے فضل سے بڑی محنت سے کام کرتے رہے۔ یوگنڈا کے جو وزیر آئے ہوئے تھے۔ جنہوں نے اپنے صدر یوگنڈا کا پیغام بھی پڑھا تھا مجھے انہوں نے کہا کہ میں یہ معاونین اور یہ سارے کام کرنے والے کارکنان کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا ہوں کہ مختلف طبقات اور علمی قابلیت کے لوگ ہیں اور بغیر کسی دنیاوی فائدہ اور لالچ کے صرف جماعت اور خدا کی خاطر انتہائی محنت اور عاجزی سے ایسے کام کر رہے ہیں جن کو پیسے لے کر بھی شاید بعض لوگ پسند نہ کریں۔

میں نے انہیں کہا کہ یہی تو احمدیت کی خوبصورتی ہے یہی تو وہ انقلاب ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ماننے

والوں میں پیدا کیا ہے۔ جماعت کے کام کرنے کے لئے ایک عجیب جذبہ ہوتا ہے یہ پرواہ نہیں ہوتی کہ سامنے کیا ہے۔ کام کا ارادہ کیا اور بس پھر اس میں کود پڑے اور یہ جذبہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا مین رہنے والے ہر احمدی میں ہے۔ ہر ملک کی جماعت میں سے بعض کارکنان اس دفعہ تو بارش کی وجہ سے سارا دن اور ساری ساری رات بارش میں بھیگتے رہے ہیں لیکن اپنے سپرد جو کام تھے ان میں حرج نہیں ہونے دیا .....ان معاونین نے اپنے آراموں کو تج کر کے بعض نے چوبیس گھنٹے لگاتار کام کیا یا شاید چوبیس گھنٹوں میں سے ایک دو گھنٹے سوتے ہوں لوگوں کو آرام پہنچانے کے لئے کام کیا .....چھوٹی بچیاں، عورتیں، مرد سب نے بے نفس ہو کر یہ خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور ان کارکنان سے بھی میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بنیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فوج میں شامل ہونے کی توفیق بخشی .....پس اس جذبے سے ہمیشہ خدمت پر کمربستہ رہیں اور کبھی اس کو ٹھنڈا نہ ہونے دیں اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔"

"ایم ٹی اے کے کارکنان نے بھی چوبیس گھنٹے تمام پروگراموں کو بڑے احسن رنگ میں کوریج دی۔ اس پر بے شمار خطوط جہاں ایم ٹی اے کو آ رہے ہیں وہاں مجھے بھی براہ راست خطوط آ رہے ہیں کہ ہم ان کارکنان کے لئے دعا کو ہیں جنہوں نے ہمیں بھی اس روحانی مائدہ کے فیض سے محروم نہیں رکھا۔ اور ان کارکنان کا یہ حال تھا کہ انہوں نے براہ راست پروگرام پہنچانے کے لئے بے تحاشہ کام کیا اور انتھک محنت کی۔ لوگوں کا بھی یہی اظہار ہے کہ بعض دفعہ ہمیں لگتا تھا کہ ہم جلسہ گاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ پس یہ ایم ٹی اے کے کارکنان بھی جماعت احمدیہ عالمگیر کے شکریہ کے مستحق ہیں بعض کارکن تو مجھے پتہ لگا ہے کئی دنوں سے جاگنے کی وجہ سے کیونکہ سارے نظام کو اس جنگل میں سیٹ کرنا، اس پر وقت لگتا ہے تاکہ بہترین لائیو (Live) پروگرام دنیا کو دکھایا جا سکے تو انہوں نے کئی دن پہلے سے ہی محنت شروع کر دی تھی۔ تو ان میں سے بعض لوگ جاگنے کی وجہ سے اتنے نڈھال ہو گئے تھے اور بعض کی تھکاوٹ کی وجہ سے نیند کے غلبہ کی وجہ سے بہت بُری حالت تھی ایسے بھی تھے جو کیچڑ میں گر گئے۔ اور پتہ نہیں چلا کہ گرے ہیں۔ اور وہیں کیچڑ میں پڑے سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ساتھیوں نے دیکھا تو زمین پہ گرا پڑا ہے اٹھا کر لائے۔ پوچھا کیا ہوا ہے؟ کہ میں تو فلاں کام کے لئے نکلا تھا۔ یہ مجھے پتہ نہیں کہ میرا پیر پھسلا ہے یا نیند کے غلبہ کی وجہ سے گرا ہوں مجھے تو بہرحال پتہ نہیں لگا۔ لیکن جب وہاں گرے تو وہیں پڑے پڑے کھلے موسم میں سوئے ہوئے ہیں۔ کیا یہ نمونے کسی دنیاوی مقصد کے لئے دکھائے جاتے ہیں پس ایم ٹی اے کے کارکنان کے لئے بھی بہت دعائیں کریں اور یہی ان کی شکرگزاری ہے۔ اکثریت ان میں سے والنٹیر زکی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 3/اگست 2007ء)

ایمان افروز نقشے اور نظارے

دین دوبارہ زندہ ہو گیا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"مڈغاسکر میں ہمارے وفود نے بہت تکالیف اٹھا کر کام کیا ہے۔ وہاں کے (مربی) مشہود احمد طور لکھتے ہیں۔ مڈغاسکر کے ضلع مانا کارا کے ایک دورہ کے دوران ہمیں 40 کلومیٹر ایریا میں 20 گاؤں میں پیغام حق پہنچانے کی توفیق ملی۔ برسات کا موسم تھا یہاں کا علاقہ مٹی کی پہاڑیوں پر مشتمل ہے۔ سب گاؤں پہاڑیوں کے اوپر ہیں۔ ہم روزانہ بارش میں ننگے پاؤں (کیونکہ کیچڑ کی وجہ سے جوتا پہنا نہیں جاتا تھا) 8 کلومیٹر اور کبھی 4 کلومیٹر سفر کر کے پیغام حق پہنچاتے رہے اور اللہ کے فضل سے اس ضلع میں 1260 افراد نے احمدیت قبول کی۔ اور 17 دیہات میں احمدیت کا پودا لگا۔ اپنی دعوت الی اللہ کی مہمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مڈغاسکر میں دورانِ (دعوت الی اللہ) ہم نے مٹی کی ایک اونچی پہاڑی پر واقع گاؤں آندلانوتسارا میں جانے کے لئے ایک پگڈنڈی کا راستہ اختیار کیا۔ پگڈنڈی کے درمیان میں پانی ہونے کی وجہ سے چلنے کے لئے پاؤں کو جما کر رکھنا ممکن نہ تھا اس نالی کے کناروں پر دونوں طرف پاؤں ٹکاتے ہوئے اور ننگے پاؤں کیچڑ میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے بالآخر ہم اس گاؤں تک پہنچ گئے اور گاؤں کے رئیس کا گھر پوچھ کر سیدھے اُس کے گھر پہنچے اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ اُس رئیس نے کہا ٹھہرو جو لوگ اس وقت گاؤں میں موجود ہیں میں اُن سب کو بلاتا ہوں۔ چنانچہ پچاس کے قریب مرد و زن اکٹھے ہو گئے۔ ہم نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی آمد کا مقصد اور جماعت کا تعارف کروایا۔ دورانِ (دعوت الی اللہ) ایک ساٹھ سالہ بزرگ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے جب آپ لوگ اوپر کی طرف چڑھ رہے رہے تھے تو میرے دل میں خیال گزرا کہ اتنی مشکل میں اور شام کے قریب جو لوگ آ رہے ہیں جس مقصد کے لئے بھی آ رہے ہیں ضرور سچے ہیں۔ اور جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ اب آپ نے حضرت امام مہدی کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ لوگ سچے ہیں۔ چنانچہ ان تمام لوگوں نے اسی وقت بیعت کر لی۔

بیعت کے بعد رئیس کے والد صاحب رونے لگے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ اس سے قبل ہم سمجھ رہے تھے کہ (دین) یہاں سے اٹھ گیا ہے مگر آپ کے آنے سے ایسا لگ رہا ہے کہ (دین) دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔ اب آپ آتے رہیں اور دین سکھاتے رہیں۔"

(الفضل سالانہ نمبر 28 دسمبر 2001ء)

محبت سے یہ دُنیا رام ہو گی

(مکرم ڈاکٹر حنیف احمد قمر صاحب)

محبت کیوں بھلا ناکام ہو گی
کسی اِک سے نہ ہو گی عام ہو گی
وہ کہتے ہیں پکڑ ہو گی نہ اپنی
اگر ہو گی برائے نام ہو گی
وہ جس رستے سے گزریں گے وہاں پر
ٹریفک ہر طرح کی جام ہو گی
منائیں گے کبھی جو ساتھ اُن کے
ہماری زندگی کی شام ہو گی
تجلّی ہر طرف حُسنِ ازل کی
نمازِ عِشق بھی ہر گام ہو گی
نہ کوئی اور نسخہ کام دے گا
محبت سے یہ دُنیا رام ہو گی
قمرؔ دُنیا نے سمجھایا تو ہو گا
تمنّا موجبِ آلام ہو گی

اخبارمجالس

(مرتبہ:مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب)

☆ **سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ ضلع کوئٹہ:** مجلس انصاراللہ ضلع کوئٹہ کا سالانہ تربیتی اجتماع مورخہ 23، 24 جون 2007ء بیت الحمد کوئٹہ میں منعقد ہوا جس میں ورزشی مقابلہ جات (کلائی پکڑنا، پنجہ آزمائی، پیدل سفر، سائیکل سفر اور میوزیکل چیئر اور بیڈمنٹن) اور علمی مقابلہ جات (تلاوت، حفظ قرآن، تقریر، تقریر فی البدیہہ اور نظم) کروائے گئے۔ مقابلہ جات کے علاوہ تربیتی تقاریر بھی ہوئیں۔ مرکز سے محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ پاکستان اور قائد صاحب تعلیم تشریف لائے۔ محترم صدر صاحب نے اپنے اختتامی خطاب میں انصار بھائیوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ حاضری کی تفصیل یہ ہے 105 انصار، 37 خدام اور 22 اطفال شامل ہوئے۔

☆ **مشاعرہ بعنوان ''نظام خلافت'' زیر اہتمام مجلس انصاراللہ مغلپورہ لاہور:** مجلس انصاراللہ مغلپورہ نے لگاتار تین دفعہ علم انعامی حاصل کرنے کی خوشی میں 16 جون کو ایک دعوت کا اہتمام کیا جس کے ساتھ نظام خلافت کے موضوع پر ایک مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ جس میں لاہور کے 6 شعراء کو دعوت دی گئی اور کلام سنا گیا۔ مشاعرے میں 70 احباب کے علاوہ 20 مہمان دوست بھی شامل ہوئے۔ اس پروگرام کے تمام اخراجات مکرم حمید الحق ملک صاحب کمیونیکیشن انجینئر ریلوے نے اٹھائے اور اپنی رہائش گاہ پر اس کا انعقاد کیا۔

☆ **مجلس انصاراللہ کریم نگر فیصل آباد کا سفر بھیرہ:** مورخہ یکم مئی 2007ء کو 25 احباب پر مشتمل مجلس انصاراللہ کریم نگر فیصل آباد نے بھیرہ کے لئے سفر کیا اس سفر میں بھیرہ کے تاریخی مقامات دیکھے گئے یہ سفر بخیر وخوبی انجام پذیر ہوا۔

☆ **سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ کریم نگر فیصل آباد:** مجلس انصاراللہ کریم نگر کو اپنا دوروزہ سالانہ اجتماع منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ مورخہ 10 اگست کو بیت الحمد کریم نگر میں علمی مقابلہ جات ہوئے، نماز جمعہ کے بعد اجلاس عام ہوا جس میں محترم امیر صاحب ضلع نے صدارت کی۔ تقسیم انعامات کے بعد دعا کے ساتھ یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ انصار کی حاضری 71 رہی۔ اجتماع کا دوسرا اجلاس اور ساتھ ہی پکنک مورخہ 14 اگست 2007ء کو بمقام گٹ والا پارک منعقد ہوا۔ اجلاس سے قبل ورزشی مقابلہ جات ہوئے اجلاس میں علمی تقاریر بھی ہوئیں۔ اس اجلاس میں بھی محترم امیر صاحب ضلع تشریف لائے۔ کھانے کے بعد اجتماعی دعا ہوئی۔

حاضری انصار 55، خدام 15، اطفال 21، نومبائع 7، مہمان دوست 12، ٹوٹل 110۔

☆ **پکنک مجلس انصاراللہ 96 گ ب صریح ضلع فیصل آباد:** مجلس انصاراللہ 96 گ ب صریح کی سالانہ پکنک مورخہ 14 اگست کو گاؤں کے قریب ہی واقع ایک احمدی ناصر کے باغ میں منعقد ہوئی۔ رسہ کشی، گولہ پھینکنا اور کلائی پکڑنے کے مقابلے ہوئے بعد ازاں تربیتی پروگرام ہوا جس میں تلاوت و نظم کے بعد دو علمی تقاریر ہوئیں۔ بعد میں کھانا پیش کیا گیا۔ حاضری 43 انصار، 12 خدام اور 12 اطفال۔

☆ **پکنک مجلس انصاراللہ دارالصدر غربی قمر ربوہ:** مورخہ 24 اگست بروز جمعۃ المبارک مجلس انصاراللہ دارالصدر غربی قمر ربوہ کی پکنک منعقد ہوئی جس میں 28 احباب شامل ہوئے۔

☆ **چیرٹی واک مجلس انصاراللہ جرمنی:** مجلس انصاراللہ جرمنی کو مورخہ 8 جولائی 2007ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر ایک چیرٹی واک (Charity Walk) منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ کل 184 افراد نے دوڑ میں جبکہ 55 افراد نے واک میں حصہ لیا۔ 17 ناصرات و اطفال نے بھی کنڈر واک میں شرکت کی۔ مجموعی حاضری 300 سے زائد افراد کی تھی جن میں رضا کار بھی شامل تھے۔ متعدد مہمان اور شائقین بھی تقریب میں موجود تھے۔ یہ واک صوبہ باڈن ورٹمبرگ کے شہر وائل ڈیر شٹڈ (Weil Der Stadt) میں منعقد ہوئی۔ افتتاحی تقریب میں شہر کے میئر مہمان خصوصی تھے جنہوں نے جماعت احمدیہ کے پُرامن لوگوں اور انسانیت کے لئے جماعت کی عملی خدمات کو سراہا۔ جولائی کے آغاز سے ہی مسلسل بارشوں کی وجہ سے پریشانی تھی لیکن دو روز قبل حضور انور کی دعاؤں بھری فیکس موصول ہوئی چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے واک والے دن موسم نہایت خوشگوار اور صاف تھا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اِدھر پروگرام وائنڈ اپ ہوا اُدھر موسلا دھار بارش نے پھر موسم کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ یہ سلسلہ پھر کئی ہفتوں تک جاری رہا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

☆ **تیسرا انٹرنیشنل طاہر کبڈی ٹورنامنٹ 2007ء مجلس انصاراللہ جرمنی:** اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس انصاراللہ جرمنی کے زیر انتظام تیسرا انٹرنیشنل طاہر کبڈی ٹورنامنٹ مورخہ 14 جولائی 2007ء بمقام ناصر باغ (گروس گیراؤ) منعقد کیا گیا۔ ٹورنامنٹ میں درجہ ذیل ٹیموں نے حصہ لیا۔

(۱) مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا (۲) کبڈی ٹیم جماعت احمدیہ جرمنی (۳) بارسلونا کلب سپین (غیر از جماعت پاکستانیوں کی ٹیم) (۴) سدھوا کیڈمی فرانکفورٹ (۵) شیر پنجاب فرانس (۶) دشمیش کلب ہالینڈ (۷) شیر پنجاب جرمنی

(باقی صفحہ 21 پر)